بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

مولانا اوکاڑویؒ اکادمی (العالمی) اور سوادِ اعظم اہلِ سنّت حقیقی کی اپیل پر

ہر سال ماہِ رجب کے تیسرے جمعۃ المبارک کو

عالمی یومِ خطیبِ اعظم پاکستان

منایا جاتا ہے۔ ملک و بیرون ملک اہلِ سنّت و جماعت کی تمام مساجد میں ائمہ و خطباء کرام، خطباتِ جمعہ میں مجددِ مسلکِ اہلِ سنّت، محسنِ ملک و ملت، عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، مُحبِّ صحابہ و آلِ بتول، محبوبِ اولیاء، خطیبِ اعظم پاکستان حضرت الحاج علامہ قبلہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی قُدّس سرّہٗ الباری ورفع اللّٰہ درجتہٗ کو خراجِ عقیدت و محبت پیش کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل اہلِ سنّت و جماعت کے محسن و ممدوح سے اظہارِ محبت و عقیدت بھی ہے اور مسلکِ حق کی تائید بھی۔

ان شاء اللّٰہ تعالی حسبِ سابق اِس سال بھی ماہِ رجب کی تیسری جمعرات و جمعہ کو جامع مسجد گُل زارِ حبیب (ﷺ) ، گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی، میں سالانہ دوروزہ مرکزی عرس مبارک کی تقریبات ہوں گی۔

آپ سے گزارش ہے کہ اہلِ سنّت کے مراکز اور مساجد و مدارس میں حضرت خطیبِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ والرِضوان کو ایصالِ ثواب کے لئے

جمعہ 06 اپریل 2018ء کو یومِ خطیبِ اعظم

منانے کا اہتمام کر کے عند اللّٰہ ماجور ہوں۔(جزاکم اللّٰہ تعالیٰ)

(اخبارات و جرائد کو اس سلسلے میں منعقدہ تقریبات کی تفصیلات برائے اشاعت ضرور بھجوائیں)

رابطہ: 65323225210092

موبائل:0306-2208613

gulzarehabibtrust@gmail.com

مجددِ مسلکِ اہلِ سنّت، عاشقِ رسول (ﷺ) ، خطیبِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے ۲۱ رجب ۱۴۰۴ھ بمطابق 24 اپریل 1984ء کو اس دارِ فانی سے خُلدِ بریں کی طرف رحلت فرمائی۔ ان کے دوسرے سالانہ عرس سراپا قدس کے موقع پر ایک مبسوط اور ضخیم کتاب "خطیبِ پاکستان (اپنے معاصرین کی نظر میں)" شائع کی گئی ۔ جس میں عمائدینِ حکومت، علماو مشائخ، شاعروں، ادیبوں اور عقیدت مندوں کے مشاہدات و تائثرات شامل تھے۔

حضرت قبلہ عالم خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے حوالے سے اب تک جمع ہونے والی تحریروں پر مشتمل ایک مجموعہ اشاعت کے لیے تیار ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ حضرت خطیبِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان کی

دِینی و ملی خدمات، اُن کی بے مثال خطابت، مسلکِ حق کے لئے تجدیدی و انقلابی کار گزاری، ملک و قوم کی تعمیر و ترقی و دیگر صدقاتِ جاریہ، سیاسی و سماجی مساعی، تحقیق و تصنیف اور ذات و صفات کے بارے میں اپنے مشاہدات و تاثرات (نثر و نظم) میں بلا تاخیر ہمیں بھجوادیں۔ آپ کے پاس ان کی کوئی تقریر و تحریر یا تصویر محفوظ ہو تو ہمیں اس کی نقل ضرور فراہم کریں۔ ہم اس کے لئے آپ کے شکر گزار ہوں گے۔

مولانا اوکاڑوی ؒ اکادمی (العالمی)

۵۳۔بی، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔74400

53-B, S.M.C.H.Society, Karachi – 74400

فون:92+(021)13233452,35343452

Email : maulanaokarviacademy@yahoo.com

ایک گزارش

اہلِ ایمان، اہلِ محبت سے گزارش ہے کہ وہ سالانہ عرس شریف کی محفل میں اجتماعی طَور پر ایصالِ ثواب (ہدیہ کرنے میں) شمولیت چاہیں تو قرآنِ کریم، دُردو شریف، کلمہ طیبہ اور دیگر اوراد و وظائف پڑھ کر اس کی صحیح تفصیل تحریری طور پر ہمیں بھجوائیں تاکہ دِین وملت کے عظیم محسن کو زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا ایصالِ ثواب کیا جائے۔

دِینی مدارس میں اگر عرس کے ایام میں قرآن خوانی کا خصوصی اہتمام کیا جائے تو یقیناً یہ نہایت مبارک و مستحسن ہو گا۔ جزاکم اللّٰہ تعالیٰ

درسِ قرآنِ کریم

مجاہدِ اہلِ سنت، عالمی مبلغِ اسلام، خطیبِ ملت حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی ہر جمعہ کو نماز سے قبل دوپہر ایک بجے جامع مسجد گُل زارِ حبیب (ﷺ) ، گلستان اوکاڑوی، کراچی میں درسِ قرآنِ کریم بیان فرماتے ہیں۔ ہر ماہ کی 21 ویں شب کو حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کے مزار شریف پر بعد نماز عشاء ختم غوثیہ کاوِرد ہوتا ہے، علاوہ ازیں ہر ماہ گیارہویں شب کو گیارہویں شریف کا رُوحانی اجتماع ہوتا ہے۔ (خواتین کے لئے باپردہ نشست کا اہتمام ہوتا ہے)

اطلاع

گزشتہ کچھ برس سے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے بیان ہونے والے درسِ قرآن کی ریکارڈنگ کی جارہی ہے، وہ تمام سی ڈیز مکتبہ گُل زارِ حبیب (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ، گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں دست یاب ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ وعلٰی اٰلک واصحابک یاحبیب اللّٰہ

"دست بستہ"

اللہ تعالیٰ جل وعُلا ہمارا حقیقی معبود ہے، اس کا کسی طرح کوئی شریک نہیں۔ واجب الوجود صرف اسی کی ذات ہے۔ ہر تعریف، ہر کمال، ہر عزت ذاتی اور حقیقی طور پر صرف اسی کی ہے، عبادت کے لائق صرف وہی ہے۔ اس کے اوصاف کا شمار کسی مخلوق سے کہاں ہو سکتا ہے۔ ”بے حد“ کا لفظ اسی کے لیے زیبا ہے۔ وہ رحمن ورحیم کسی کا کسی طرح محتاج نہیں۔ اس کی معرفت کا حق کسی سے کہاں ادا ہو سکتا ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، ساری کائنات میں اسی کی قدرت کار فرما ہے۔ ہر شے اسی کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان اور ظاہر کرتی ہے۔ وہ بغیر ابتدا کے اوّل اور بغیر انتہا کے آخر ہے۔ وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے، اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے جس حبیبِ کریم ﷺ کی خاطر اس نے اپنا ربّ ہونا ظاہر فرمایا، کُل کائنات بنائی، اپنا وہ حبیب بھی ہمیں عطا فرما دیا، اپنے اس عبدِ مقدس اور محبوبِ کریم ﷺ کے طفیل اور صدقے ہمیں ایمان وایقان کی نعمت عطا

فرمائی۔ یہ ساری کائنات ہمیں انہی کی بدولت ملی ہے۔ یہ رسولِ مکرم ﷺ ہی کی ہستی ہے جسے عطا فرما کر رب تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر اپنا احسان ظاہر فرمایا، ہمیں ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا، ان کی فرماں برداری ہم پر لازم کی، ان کی پیروی میں ہمیں اپنی بارگاہ میں محبوبیت کا مژدہ دیا، وہ رسولِ مکرم و معظم ﷺ اپنے رب تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے برتر و بالا اور اَولیٰ و اعلیٰ ہیں۔ ہمارا رب تعالیٰ خود ان کی رضا چاہتا ہے۔ ان کی سچی وابستگی میں ہمارے لیے انعام و اکرام کی نوید سناتا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ کے سب سے پیارے اور آخری رسولِ مکرم ﷺ سے ہماری وابستگی کو سچا اور پختہ کرنے والے ہمارے مربی اور آقائے نعمت، ہمارے محبوب و محترم حضرت مجددِ مسلکِ اہلِ سنّت، مہرِ شریعت، بدرِ طریقت، سرخیلِ اہلِ محبت و عقیدت، غازی و ہادی راہِ حق، عاشقِ رسول محبِ صحابہ و آلِ بتول خطیبِ اعظم علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ و رضی

اللہ عنہ ہیں جو اہلِ حق کا اعتبار و افتخار ہیں، جن کا نام اور کام سمتوں میں آج بھی باعثِ فخر ہے۔ قافلۂ حق و صداقت کے وہ سالار رہے اور ان کی نسبت اعزاز رہی۔ عمر بھر ان کی تمام توانائیاں دینِ متین اور مسلکِ حق کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف رہیں۔ اس راہ میں انہوں نے شدید ترین مصائب و آلام برداشت کیے۔ طعن و دشنام، سنگ وسناں کے وار سہے، صعوبتیں اور اذیتیں ان کے لیے سدّ راہ نہ ہو سکیں، وہ اپنے عزم میں سچے اور اپنے عمل میں مخلص تھے۔ مسائل کی بہتات اور وسائل کی کم یابی کے باوجود وہ ان تھک محنت کرتے رہے۔ اپنے آقا و مولیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ان کا پیمانِ وفا کسی مصلحت کا کبھی روادار نہیں ہوا۔ حق کے لیے وہ عزیمت و استقامت کا ناقابل تسخیر پیکر رہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں جن خوبیوں سے نوازا تھا ان پر رشک کیا جاتا ہے۔

55 برس کی مختصر سی عمر میں انہوں نے تنِ تنہا ہزاروں سے بڑھ کر کام کیے اور صدیوں کے کام کیے۔ الیکٹرانک میڈیا کے بغیر انکی شہرت اور مقبولیت مثالی رہی۔ وہ عہد آفرین ہستی ثابت ہوے۔ قلوب و اذہان پر اَن مٹ نقوش ثبت کرنے والے اپنے عہد کے اس تاج دارِ اقلیم خطاب کو فراموش نہیں کیا جاسکا۔ کثیر الصفات ان کی ذات اور کثیر الجہات ان کی خدمات کی سمتوں میں دھوم ہے۔ عشقِ رسولِ اکرم (ﷺ) کے باب میں آج بھی ان کی مثال دی جاتی ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی آل واطہار اور اصحابِ اخیار کی محبت ان کا حوالہ رہی۔ اہلِ بیتِ نبوت سے ان کی والہانہ عقیدت کا ہر زبان پر چرچا ہے۔ وہ قرونِ اولیٰ کے سچے پکے مسلمانوں کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اللّٰہ تعالی جل مجدہ کا بے پناہ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسے یگانہ روز گار اور محبوب و مکرم عاشقِ رسول سے وابستگی عطا فرمائی، اس نعمت کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہو گا۔ اللّٰہ تعالی جل شانہ

کے آخری اور سب سے افضل و اعلیٰ رسولِ مکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم، ان سے کمالِ محبت، ان کی فرماں برداری اور پے رَوی اور ان سے وفاداری کا جذبہ و جنون ہم میں ہمارے قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم رضی اللّٰہ عنہ کی بدولت فزوں ہوا اور اللّٰہ تعالی کے ہر پیارے سے ہماری عقیدت و محبت سوا ہوئی۔ اللّٰہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحتِ عقائد کے ساتھ صحیح اعمال پر ثابت و قائم رکھے اور حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ سے ہماری نسبت و ارادت کو دارین میں نافع اور مبارک فرمائے۔

* 1439 ہجری میں ہمارے قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کے 35ویں سالانہ عرس مبارک کے موقع پر یہ یادگاری مجلہ شائع کرتے ہوئے ہم اپنی کم مایگی اور نالائقی کا اعتراف دہراتے ہیں کہ اس مدت میں ہم کوئی مثالی کارکردگی پیش نہ کرسکے۔ اس عرصے میں جتنے بھی کام ہوئے وہ ہمارے حضرت قبلۂ عالم، خطیبِ اعظم کے فرزند و جانشین حضرت

خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے مرہونِ منت ہیں۔ اپنے باکمال والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے نام کو روشن رکھنے اور کام کو انہوں نے بڑھانے میں قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مروجہ سیاست کا تو وہ حصہ نہ بنے لیکن دینی، ملّی، قومی، سماجی اور فلاحی شعبوں میں بحمد اللّٰہ تعالیٰ وہ کارہائے نمایاں انجام دیتے رہے اور الیکٹرانک میڈیا کی وہ آج بھی سب سے مقبول اور پسندیدہ شخصیت ہیں۔ ان کے دھیمے اور شیریں لہجے اور مدلل سلجھے ہوئے انداز کا ہر کوئی معترف ہے۔ وہ کام کے دھنی ہیں اور ان پر رب تعالیٰ کا فضل اور رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت و عنایت اور ان کے باکمال والدین کریمین کی نگاہِ کرم ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہر شریر کے شر اور ہر بد نظر کی بد نظری سے محفوظ رکھے اور صحت و توانائی کے ساتھ درازی عمر بالخیر عطا فرمائے۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے باکمال والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی جانشینی کا حق ادا کیا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں مزید نمایاں خدمات ادا کرتے رہنے

کی توفیق عطا فرمائے۔ گزشتہ شمارے میں ہم نے حضرت خطیبِ ملت کے کچھ کارہائے نمایاں کی تفصیل شامل کی تھی، الحمد للہ تعالیٰ اس برس بھی اس فہرست میں اضافہ ہی ہوا ہے، یہ مجلہ بھی ہم ان کی خصوصی توجہات سے تیار کر پائے ہیں۔

کتاب بینی و خوانی کا رجحان نئی ٹیک نالوجی سے بہت متاثر ہوا ہے، لیپ ٹاپ، ٹیب لٹ، سیل فون، آئی پیڈ، یو ایس بی وغیرہ کچھ اتنی تیزی سے زندگی کا حصہ بن گئے ہیں کہ قلم اور کاغذ کا استعمال کم ہو گیا ہے۔ کتابیں بھی اب انہی آلات پر دیکھنے، پڑھنے کی عادت ہو رہی ہے۔ پی ڈی ایف کی صورت میں کتابیں اور تحریریں تو فیس بک، ٹیلے گرام اور وھٹس ایپ پر بھی دست یاب ہو رہی ہے۔ کتب کے علاوہ رسائل و جرائد کی اشاعت اور خرید و فروخت بھی اس صورتِ حال سے خاصی متاثر ہوئی ہے۔ اس تناظر میں کیا ہمیں اس یادگاری مجلے کی اشاعت جاری رکھنی چاہئے؟ یا ہم بھی ٹیک نالوجی

کی اس روش میں شامل ہو جائیں؟ بہت زیادہ زرِ ترسیل (ڈاک خرچ) کے باوجود کچھ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ انہیں یادگاری مجلہ نہیں ملا، کتنے احباب کا پوسٹل ایڈریس (پتا) تبدیلی ہو جانے کے باعث مجلہ ہمیں واپس آجاتا ہے کیوں کہ احباب اپنا نیا پتا ہمیں نہیں بھجواتے۔ ہم اپنے احباب سے پھر عرض گزار ہیں کہ وہ اپنا پتا تبدیل ہو جانے کی صورت میں ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔ بات قلم اور کاغذ کے استعمال میں کمی کی آئی ہے تو عرض کریں کہ ہم سُنا کرتے تھے کہ قلم چلے گا تو دماغ چلے گا۔ کوئی زمانہ تھا کہ دوات و قلم اور تختی بھی طلباء کے استعمال میں لازمی تھی۔ پھر پینسل اور قلم کا استعمال ہوا۔ خوش خطی اور صاف تحریر کے علیحدہ مارکس (نمبر) دیئے جاتے تھے۔ پھر سیاہی والے قلم (فاؤنٹین پین) کی جگہ بال پین آگئے اور اب وہ پین بھی شاید صرف دستخط یا مختصر نوٹس لکھنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ زبانی سیکڑوں نمبر یاد ہوتے تھے یا فون نمبرز کی چھوٹی چھوٹی

ڈائریاں جیبوں میں ہوتی تھیں اب فون سیٹ ہی پر نمبرز محفوظ کیے جاتے ہیں۔ خطاطی اور لکھنے کی بجائے اب کمپوزنگ ہوتی ہے اور ٹیلی فون نے تحریر کے انداز بھی بدل دیے ہیں۔ مکمل لفظ کی بجائے کم سے کم حروف رائج ہو رہے ہیں۔ زبان و بیان کے ساتھ یہ کھیل تہذیب و اخلاق کو بھی متاثر کر رہا ہے، رہی بات اقدار کی تو ہماری معاشرت سے اکثر تو رخصت ہو چکی ہیں اور جو تھوڑی بہت رہ گئی ہیں وہ پابہ رکاب ہیں یعنی جایا چاہتی ہیں۔ قومی زبان اُردو سے تو خود ہمارا اپنا سلوک ایسا ہو گیا ہے کہ کچھ نہ پوچھیے۔ اخلاقیات کے باب میں ہم کورے (خالی) ہوتے جا رہے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے یہ کھلونے صرف جسمانی و اخلاقی ہی نہیں دینی ایمانی صحت و حالت بھی بہت بگاڑ رہے ہیں۔ اخلاق و کردار کا یہ انحطاط معاشرے کی تعمیر و ترقی نہیں کر رہا۔ ہمارے معیار اور پیمانے ہی بدل گئے ہیں مگر ان سب سے بڑھ کر قلق اس بات پر ہے کہ ہمیں کسی زیاں اور نقصان کا احساس بھی نہیں۔

ہر سطح پر بصیرت اور فہم و فراست والی قیادت کا فقدان ہے۔ رہ بری سے زیادہ رہ زنی ہو رہی

ہے۔ ایک مسلمان کے لیے اس کا ایمان سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے اور وہ اپنے معمولات، عبادات اور استعمال کی چیزوں میں حلال و حرام کی تمیز کو لازم سمجھتا ہے مگر اب مسلمان کہلانے والے ہی اس اہمیت اور تمیز سے چشم پوشی اور رُوگردانی کرتے نظر آرہے ہیں۔ دنیا کی محبت اور رغبت غالب ہوتی جارہی ہے۔ ثقافت کی جگہ کثافت بلکہ خباثت نے لے لی ہے اور اس کا اظہار ہر شرم وحیا سے خالی ہے۔ فیشن کے نام پر عریانی، کلچر کے نام پر بے حیائی کے چلن عام ہوگئے ہیں۔ آزادیٔ نسواں کے متوالے عورت کو برہنہ کرنے، نچانے، اشتہار بنانے اور ہر منفی استعمال ہی کو عورت کی آزادی قرار دیتے ہیں اور اسے کیا کہیے کہ اس آزادی سے عورت سے بدسلوکی کی شرح بڑھ رہی ہے، عورت خود سے بدسلوکی پر واویلا بھی کر رہی ہے اور اپنی غلط

روش پر بھی قائم ہے۔ عام نصاب تعلیم صرف حصولِ زر، کمانے کے طریقے اور آلات برتنے تک محدود ہو رہا ہے۔ اخلاقیات، معاشرت اور تہذیب و تمدن کا اس نصاب میں کوئی گزر نہیں۔ افسانے، ناول اور ڈرامے فلمیں سبھی بے ہودگی سے آلودہ ہیں۔ سچ اور سچائی، نیکی و بھلائی اور پاکیزگی و پارسائی کی باتیں اب ''فرسودہ'' شمار ہونے لگی ہیں۔ نظامِ زر کا احوال بھی کچھ بھلا نہیں۔ پے پر کرنسی بھی لگتا ہے کچھ دنوں کی مہمان ہے۔ پلاسٹک کارڈز بھی پرانے ہو جائیں گے۔ اب ہر دن شاید نئے طور لائے گا اور اس تیزی و تیز رفتاری میں بچا کھچا بھی گم ہو جائے گا۔ انسان بھی شاید ''روبوٹ'' کی طرح کسی ''سِسٹم'' کے تحت حرکت کر سکیں گے۔ فطرت اور رحمت سے دُور ہونے والوں کے حصے میں سرفرازی و سُرخروئی نہیں ہوتی۔

* گزشتہ برس کے یادگاری مجلے کے ''دست بستہ'' کے مشمولات کو بہت زیادہ سراہا گیا، کچھ احباب نے اس عنوان کے تحت بیش تر مشمولات کو سدا

بہار قرار دیا اور زیادہ پسند کیے جانے والے مندرجات علیحدہ کتاب میں محفوظ کرنے کا مشورہ بھی دیا۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ ہماری محنت بار آور ہوتی ہے۔ لاہور میں مقیم مولانا عطاء الرحمن صاحب نے کچھ شماروں کے بارے میں اپنی رائے لکھنے کا عندیہ دیا تھا۔ ان کی تحریر ہم تک پہنچی تو اپنے قارئین تک پہنچانے کے لیے ہم ضرور اسے شامل کریں گے۔ ہمارے دیکھنے میں آیا ہے کہ متعدد علما و مشائخ اور احباب ہمارے حضرت قبلۂ عالم خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنے مشاہدات و تاثرات حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی سے ملاقات میں بہت عقیدت و محبت سے بیان کرتے ہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ وہ سب اپنی یادداشت قلم بند کر دیں۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ وہ تمام لوگوں تک منتقل ہوں گے بلکہ حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے کارہائے نمایاں اور ان کی مثالی خدمات کے تذکار

محفوظ ہوں گے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری اس گزارش پر وہ سب ضرور توجہ فرمائیں گے۔

* اس مجلے کی اشاعت ہر سال ہم اہلِ محبت و عقیدت سے رابطے اور سالانہ عالمی یومِ خطیبِ اعظم منانے کی ترغیب کے لیے کرتے ہیں، زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب ہی ہماری کوشش ہے۔ الحمد للّٰہ ہمیں اس میں کامیابی ہوئی ہے۔ پاکستان بھر اور چالیس سے زیادہ ممالک میں اہلِ سنّت کی مساجد، مدارس، اداروں، خانقاہوں اور گھروں میں احباب قرآن خوانی اور اجتماعی فاتحہ خوانی کر کے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ ٹیلے فون، ای میل، ایس ایم ایس، فیس بک، وَھٹس ایپ وغیرہ کے ذریعے ہم تک متعدد افراد کی طرف سے تفصیل بھی پہنچتی ہے۔ جنوبی افریقا میں حضرت الحاج پیر محمد قاسم اشرفی، الحاج ابراہیم اسمال قادری اور حضرت مولانا مفتی محمد اکبر ہزاروی، مولانا حافظ محمد اسمعیل ہزاروی اور امریکا میں الحاج محمد پرویز اشرف اور سید شمیم

نے اخبارات میں سالانہ یومِ خطیبِ اعظم کے اشتہارات بھی شائع کیے۔

انڈیا میں حضرت مولانا محبوب عالم رضوی اور حضرت مولانا لیاقت رضا متعدد شہروں میں عرس شریف کی تقریبات منعقد کرواتے ہیں۔ برمنگھم برطانیا سے حضرت الحاج پیر سید منور حسین شاہ جماعتی نے فون پر بتایا کہ ہر سال وہ خانقاہ میں قرآن خوانی کا اہتمام فرماتے ہیں۔ برمنگھم میں حضرت مولانا محمد بوستان القادری بھی ہر سال اپنی عقیدت و محبت کا بھرپور اظہار کرتے تھے اور منعقدہ تقریبات کی خبروں پر مشتمل اخباری تراشے بھی ہمیں بھجواتے تھے۔ بنگلادیش سے حضرت مولانا سید ابوالبیان ہاشمی بھی فون کرکے تفصیلات بتاتے ہیں۔ امریکا سے سید منور حسین شاہ بخاری، صاحب زادہ ڈاکٹر عثمان علی صدیقی، صاحب زادہ معین الدین، مولانا مقصود احمد قادری، محمد الیاس حسین، سید محمد اسلام شاہ، مولانا قاری محمد یونس، الحاج چوہدری عبدالحمید، جناب صابر علی حقانی، ڈاکٹر ضیاء الحق ضیاء، الحاج

غلام فاروق رحمانی اور محمد شفیق مہر کی کاوشیں بھی اس حوالے سے قابل قدر ہیں۔ آس ٹرے لیا سے محمد نسیم بھی ای میل میں تفصیل بھیجتے ہیں۔

* گزشتہ برس مرکزی عرس شریف کی تقریب میں اہلِ محبت وعقیدت کی طرف سے پیش کیے جانے والے ایصال ثواب میں جناب شیخ عمر علی (لاہور)، الحاج صوفی سردار محمد (اوکاڑا)، الحاج شیخ محمد اشرف ورفقاء (پیر محل)، مرکز فیضانِ مدینہ، دعوتِ اسلامی (کراچی)، الحاج محمد انور عرف اوکاڑوی (کراچی)، مولانا قاری گل جہاں صدیقی (کراچی)، مولانا قاری غلام عباس نقش بندی مع فرزندان (نوشہرہ ورکاں)، حافظ محمد ناصر (کراچی)، شیخ نیک محمد (شرق پور شریف)، برکاتی فاؤنڈیشن کے حاجی محمد عارف برکاتی (کراچی)، پیر محمد راشد ایوب قریشی (کراچی)، قاری غلام علی (کراچی)، قاری تاج بہادر خان (کراچی)، حافظ محمد شفیق نورانی (ملتان)، متعدد خواتین اور متعدد احباب نے خاصی تعداد میں ختمات قرآن کا ہدیہ پیش کیا

اور دُرود شریف کا سب سے زیادہ ہدیہ مجلسِ خواتین گُل زارِ حبیب کی

طرف سے تھا۔34 ویں سالانہ عرس مبارک کی وہ رُوداد جو پاک وہند کے

متعدد نمایاں اخبارات و جرائد اور رسائل میں شائع ہوئی، وہ ہم یہاں پھر

درج کررہے ہیں، ملاحظہ ہو:

جماعتِ اہلِ سنّت کے بانی خطیبِ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع ’ ’

اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا 34 واں سالانہ دوروزہ مرکزی عرس مبارک جامع

مسجد گُل زارِ حبیب، گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں حسبِ سابق

ماہِ رجب کی تیسری جمعرات وجمعہ بمطابق 20 اور 21 اپریل 2017ء کو

مولانا اوکاڑوی اکادمی

(العالمی) اور گُل زارِ حبیب ٹرسٹ کے زیر اہتمام والہانہ عقیدت واحترام

سے منایا گیا۔ اس موقع پر کتابی سلسلہ ’’الخطیب‘‘ کا سالانہ یادگاری مجلہ

شائع ہُوا۔ ملک اور بیرونِ ملک سے علماء ومشائخ اور عقیدت مند حضرات و

خواتین کی بڑی تعداد نے عرس مبارک کی تقریبات میں شرکت کی۔ متعدد خانقاہوں، درس گاہوں، سنّی تنظیموں اور حلقوں کی طرف سے حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے مرقدِ اقدس پر چادر پوشی و گُل پاشی کی گئی۔ حضرت سیدنا داتا گنج بخش اور حضرت شیر ربّانی شرق پوری رحمۃ اللّٰہ علیہم کے مزارات سے بھیجی گئی خصوصی چادروں کو علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے علما و مشائخ اور عقیدت مندوں کے ہمراہ اپنے والدین کریمین علیہما الرحمہ کے مرقد مبارک پر چڑھا کر عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز کیا۔ چادر پوشی کے وقت نعت شریف، ذکرِ اسمِ الٰہی اور صلوۃ و سلام کا وِرد کیا گیا ۔(علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے اعلان کے مطابق تمام اہلِ عقیدت نے مزار شریف پر کپڑوں کی زیادہ چادریں چڑھانے کی بجائے حضرت خطیبِ اعظم کے ایصالِ ثواب کے لیے متعدد مستحق افراد کو پوشاکیں تقسیم کیں) ۔ خطیبِ اہلِ سنّت پیر بیرسٹر سید وسیم الحسن شاہ نقوی حافظ آبادی، مولانا

سید عظمت علی شاہ ہمدانی، الحاج سید رفیق شاہ، حاجی حنیف طیب، صوفی محمد حسین لاکھانی، انجینئر سید حماد حسین، صاحب زادہ پیر فرحت حسن خان نوری اور دیگر کے علاوہ خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے خطاب کیا۔ مقررین نے اپنے خطبات میں کہا کہ حضرت خطیبِ اعظم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مقصود و مطلوب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مثالی عشق اور والہانہ نسبت تھی اور انہوں نے اپنے افکار اور اپنی ذات وصفات کا انتساب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے رکھا اور اس باب میں وہ چٹان سے زیادہ مستحکم اور وفادار رہے، عقیدہ و مسلک کے حوالے سے وہ جرأت و عزیمت کے پیکر تھے وہ بلاشبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور بارگاہِ رسالت میں مقبول تھے۔ اسی وجہ سے وہ آج بھی سمتوں میں محبوب و محترم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جن خوبیوں سے نوازا تھا وہ ہر کسی کا حصہ نہیں۔ انہیں ہر درس گاہ اور خانقاہ میں فضیلت و مرتبت حاصل تھی، ان کے مشائخ اور اساتذہ کو بھی ان

پر ناز تھا۔ ان کی خدمات بلاشبہ آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ دین و ملت اور قوم و وطن کے لیے ان کی خدمات ناقابل فراموش رہیں گی۔ انہوں نے ہر باطل کے خلاف جواں مردی سے مردِ میدان بن کر مقابلہ کیا اور سرخ رُو ہوے۔ تحفظِ عقیدہ ختم نبوت، ناموسِ رسالت اور عظمت صحابہ و اہلِ بیت کے حوالے سے وہ ملت اسلامیہ کے محسن اور میر کارواں رہے، ملت اسلامیہ کو ان پر فخر رہے گا۔ انہوں نے کروڑوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی، جماعتِ اہلِ سنّت کی تنظیم ہی نہیں وہ مسلک حق کو لاکھوں کارکنان دے کر گئے۔ یہ بھی ان کی ممتاز و مقبول شخصیت کا ملت پر احسان ہے کہ علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی جیسا جانشین ان سے ملا جو اہلِ سنّت کا اعتبار و افتخار ہے۔ دنیا بھر سے اہلِ عقیدت انٹرنیٹ کے ذریعے عرس شریف کی تقریبات سے وابستہ رہے۔ مجلسِ خواتین گُل زارِ حبیب کی طرف سے آخر میں پھولوں کی چادریں چڑھائیں گئیں۔ اجمیر شریف میں

سجادہ نشین سید محمد سرور چشتی نے درگاہ خواجہ غریب نواز میں حضرت خطیبِ اعظم ایصالِ ثواب کے لیے خصوصی فاتحہ خوانی کروائی۔

اجتماع میں ایصالِ ثواب کرتے ہوئے ایک لاکھ چالیس ہزار تین سو اٹھانوے (1,40,398) قرآنِ کریم * تیرہ لاکھ بیس ہزار ایک سو بیاسی (13,20,182) قرآنی سورتیں * تین لاکھ تریسٹھ ہزار دو سو اکیس (3,63,221) قرآنی آیات * آٹھ اَرب تیئس کروڑ اکیس لاکھ چھپن ہزار سات سو (8,23,21,56,700) دُرود شریف * چھپن لاکھ ترپن ہزار سات سو پینتیس (56,53,753) کلمہ طیبہ * چار لاکھ ترپن ہزار آٹھ سو ستتر (4,53,877) اسماے حسنیٰ، پانچ لاکھ بیاسی ہزار چھ سو پندرہ (5,82,615) استغفار اور مختلف متعدد اَوراد و اذکار کے وِرد، ان گنت طواف، عمرے، ان گنت نوافل، محافل اور نیکیوں کا ہدیہ پیش کیا گیا۔

عقیدت مندوں نے ایصال ثواب کے لیے مکہ مکرمہ میں عمرہ و طواف کیے

اور روضہ رسول (ﷺ) پر بھی فاتحہ خوانی کی، ایصالِ ثواب میں مجلسِ خواتین گل زارِ حبیب کا حصہ نمایاں تھا۔ اختتامی دعا علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے کی۔ جمعہ 21 اپریل 2017ء کو دنیا بھر کے 45 ممالک میں عقیدت و احترام سے مساجد و مراکزِ اہل سنت میں سالانہ عالمی یوم خطیب اعظم منایا گیا اور اجتماعی طور پر ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی۔

مرکزی عرس شریف کی تقریبات میں مولانا شاہدین اشرفی، الحاج غلام حیدر، مولانا محمد شفیق نورانی، خلیفہ صوفی صابر زمان، الحاج توفیق قائم خانی، سید محمد جنید شاہ، الحاج محمد نعیم نقش بندی، صاحب زادہ ڈاکٹر محمد سبحانی اوکاڑوی، الحاج جاوید اقبال، عاطف بلو، سید عادل شاہ اسحاق، مولانا محمد ایوب الرحمن اوکاڑوی، مولانا حامد رضا مہروی، امیر بیگ معصوم، شجاعت صدیقی، الحاج سعید ہاشمی، سید ریحان علی چشتی، سید عمیر شاہ، طلعت محافظ، انور ابراہیم اشفاق ابراہیم، الحاج حسام الدین حقی، سید انعام الحق، مولانا سمیر

رضا، مولانا محمد اختر القادری، مولانا محمد ساجد، مولانا اشرف گورمانی، سید اسد شاہ، الحاج ساجد یعقوب، الحاج شکیل احمد نقش بندی، محمد سلمان، محمد بلال، سید سمیع اللّٰہ حسینی، سید اسلم غزالی، صاحب زادہ حامد ربّانی اوکاڑوی، الحاج رفیق سلیمان، غلام حسین مغل، مولانا اختر علی پوری، شیخ محمد شکیل اوکاڑوی، الحاج افتخار قائم خانی، الحاج رفیق سلیمان، نبیل قادری، الحاج جاوید اقبال، الحاج محمد نعیم نقش بندی، حاجی جاوید معرفانی، مولانا محمد رفیع اللّٰہ قریشی قادری، شیخ محمد آفتاب، امریکا سے زوہیب علی، برطانیا سے سید اجمل نسیم، جنوبی افریقا سے مولانا قاری مظہر حسین، لاہور سے مرزا محمد ارشاد مغل، گوجراں والا سے محمد خلیل مغل، اوکاڑا سے حمزہ ظفر، پتوکی سے اسامہ رضا قادری، بزمِ فیضانِ وارثیہ کے الحاج سید عبد الماجد وارثی مع احباب، انجمن مجاہدین مصطفی کے محمد اکبر نقش بندی، وقاص مصطفی اور متعدد معززین نے خصوصی شرکت کی۔ انجمن طلباء اسلام اور بزم فیضان وارثیہ نے اپنے

مراکز میں عرس شریف کی تقریبات منعقد کیں۔ اخبارات و جرائد نے سالانہ عالمی یوم خطیب اعظم کے موقع پر خصوصی مضامین شائع کیے اور ٹیلے وژن چے نلز نے خصوصی پروگرام پیش کیے۔ ان شاءاللّٰہ تعالی حضرت خطیب اعظم کا 35واں سالانہ عرس مبارک ماہِ رجب کی تیسری جمعرات و جمعہ 6-5 اپریل 2018ء کو منایا جائے گا۔

"(رپورٹ: حمید اللّٰہ قادری، حیدر علی قادری)

* 33 ویں سالانہ عرس مبارک میں خطیب الاسلام حضرت مولانا پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی علیہ الرحمہ کے فرزند صاحب زادہ پیر بیرسٹر سید وسیم الحسن شاہ نقوی پہلی مرتبہ مدعو کیے گئے اور سامعین نے انہیں بہت سراہا اور پسند کیا۔ 34ویں عرس میں انہیں پھر مدعو کیا گیا۔ عرس شریف کی تقریبات میں ملک و بیرون ملک سے عقیدت مندوں نے بھرپور شرکت کی اور دنیا کے 43 ملکوں میں اور ملک کے ہر بڑے چھوٹے شہر میں ایصال

ثواب کے لیے سالانہ عالمی یومِ خطیبِ اعظم منایا گیا۔ ممتاز اسکالر جناب ڈاکٹر عامر لیاقت حسین نے اپنے مشہور پروگرام "ایسے نہیں چلے گا" میں حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کا تذکرہ کیا اور والہانہ انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ 92 ٹی وی چینل نے بھی صبحِ نور پروگرام میں خصوصی طور پر خراجِ عقیدت پیش کیا۔ روزنامہ جنگ کراچی، لاہور، لندن، روزنامہ نوائے وقت کراچی، لاہور، ماہ نامہ عقیدت (حیدر آباد)، ہفت روزہ ارضِ پاک (حیدر آباد) اور ہفت روزہ کاروانِ وطن (حیدر آباد) نے خصوصی مضامین اور سالانہ یومِ خطیبِ اعظم کے اشتہار شائع کیے۔

* دنیا بھر کے متعدد ممالک کی مساجد اہلِ سنّت اور مراکز میں علما و مشائخ، اساتذہ و طلبا، مختلف تنظیموں کے سربراہان و کارکنان اور عقیدت مندوں نے 21 اپریل 2017ء کو 34 واں سالانہ عالمی یومِ خطیبِ اعظم منانے کا اہتمام کیا۔ پشاور میں الحاج سید اسد علی شاہ بخاری اور حلقہ ریاض الجنۃ کے

وابستگان، اوکاڑا میں حضرت مولانا محمد اقبال چشتی، حافظ محمد اکرم، صوفی الحاج سردار محمد، ساہی وال میں حکیم شیخ محمد سعید، الحاج شیخ منظور احمد اور ان کے احباب ورفقاء، پتوکی میں شیخ محمد خلیل، ملتان میں حافظ محمد شفیق نورانی، بہاول پور میں جنید رضا قادری، گل ریز قادری، سیال کوٹ میں الحاج خواجہ محمد نعیم اور میاں ارسلان اقبال اور لاہور میں اچھرہ کے مولانا قاری محمد حفیظ ، قاری محمد نعیم، نوجوان رہ نما جناب محمد نواز کھرل، محافل نعت کے حوالے سے ممتاز شخصیت جناب ملک محمد خلیل، شیخ فیصل ظہیر، شیخ عمر علی، جناب میاں احمد، شیخ عقیل احمد، قاری محمد یونس قادری، راول پنڈی اور اس کے قرب وجوار میں جناب مولانا قاری مظہر عباس اور ان کے رفقاء نے متعدد مقامات پر سالانہ یومِ خطیبِ اعظم مناکر ایصال ثواب کا اہتمام کیا۔ کراچی شہر میں بزم فیضان وارثیہ کے جناب سید عبد الماجد وارثی نے اپنی عقیدت کا نمایاں اظہار کیا۔ سحر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام بھی سالانہ یومِ خطیبِ اعظم

منایا گیا اور خصوصی پروگرام منعقد ہوا جس میں وائس چیئرمین جناب سید
رفیق شاہ اور دیگر نے خطاب کیا، اس پروگرام کی اخبارات میں نمایاں
خبریں شائع ہوئیں۔ برطانیہ میں پیرزادہ مصباح المالک لقمانوی، الحاج مفتی
محبوب الرحمن، مولانا قاری حفیظ الرحمن چشتی، الحاج محمد عرفان نقش بندی،
بھارت میں تحریک فکرِ رضا کے جناب محمد زبیر قادری، مولانا غلام مصطفی
رضوی، شیخ فرید نثار، حیدر آباد دکن میں محمد مصطفی اور ان کے وابستگان،
حضرت پیرزادہ محمد عبد الباقی اشرفی اور ان کے وابستگان، حضرت مولانا
لیاقت رضا اور مولانا محبوب عالم اور ان کے مریدین، بنگلا دیش میں رضا
اسلامک اکاڈمی کے مولانا محمد بدیع العالم رضوی، مولانا محمد عبد اللّٰہ، احسن
العلوم جامعہ غوثیہ چاٹ گام کے مولانا سید ابو البیان ہاشمی، مولانا محمد
عبد المنان، آسٹریلیا میں مولانا افتخار ہزاروی، راجا عبد الحمید، محمد نسیم
خاں، مولانا محمد نواز اشرفی، ماریشس میں سنّی رضوی سوسائٹی کے ارکان

، مولانا مقبول احمد اشرفی، خطیبہ مولاتنا سیدہ عاکفہ رضوی، زم باب وے میں
الحاج منصور رضا قادری، ڈربن جنوبی افریکا میں مولانا محمد بانا شفیعی قادری،
الحاج احمد رشید، الحاج ابراہیم اسمال قادری، تنویر ہاشم منصور، رضا اکادمی
کے ارکان، مولانا آفتاب قاسم، کیپ ٹاؤن میں حضرت الحاج پیر محمد قاسم
ذالگاؤنکر اشرفی، الحاج محمد اسحٰق اشرفی اور مولانا محمد محسن اشرفی، پری ٹوریا
میں دارالعلوم پری ٹوریا کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمد اکبر ہزاروی،
مولانا حافظ محمد اسمعیل ہزاروی اور ان کے رفقاء، الحاج زاہد ابراہیم کریم،
الحاج ابو بکر کریم، جوہانس برگ میں مولانا اسلم سلیمان، الحاج ڈاکٹر عبد اللّٰہ
منصور، امریکا میں الحاج اے لیئق بیگ، جناب غلام فاروق رحمانی، صاحب
زادہ ڈاکٹر عثمان علی صدیقی، الحاج محمد پرویز اشرف، محمد شفیق مہر، الحاج
چودھری عبد الحمید و برادران، سید منور علی شاہ بخاری، محمد الیاس، مولانا
مقصود احمد قادری علاوہ ازیں ملاوی، اِس پین، ری یونین، متحدہ عرب

امارات، کویت وغیرہ سے احباب نے ٹیلے فون، ای میل اور خطوط کے ذریعے ہمیں سالانہ یومِ خطیبِ اعظم (علیہ الرحمہ) منائے جانے کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اللّٰہ کریم احباب کی ان کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے، آمین

* سالانہ عرس مبارک پر "کتابی سلسلہ الخطیب" کا یہ یادگاری مجلہ عرس شریف سے تقریباً ڈیڑھ دوماہ قبل شائع ہوتا ہے کیوں کہ پچاس سے زیادہ ممالک میں لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہم بہت سی رقم ڈاک پر خرچ کرتے ہیں۔ ہمیں اس لمحے بہت افسوس ہوتا ہے جب کچھ لوگوں کو بھیجے گئے مجلے صرف اس لیے واپس آجاتے ہیں کہ ان کے پوسٹل ایڈریس (پتے) تبدیل ہوگئے اور انہوں نے ہمیں نئے پتے نہیں بھجوائے۔ وہ تمام

لوگ جنہیں ہر سال مجلہ پہنچتا رہا ہے اگر ان کا پتا بدل گیا ہے تو وہ ہمیں نئے پتے سے ضرور آگاہ فرمائیں۔

* گزشتہ برس سے اب تک کے نمایاں واقعات میں درگاہوں پر دھماکے، PSL کا کرکٹ فائنل اور حکومت کی شاہ خرچیاں، امریکی صدر ٹرمپ کے اثرات، سرگودھا کے علاقے میں ایک پیر کہلانے والے کے تشدد سے متعدد قتل، بھارت میں ہندوتوا، ہندوؤں کی انتہا پسندی، مسلمانوں کے دینی معاملات میں سنگین دخل اندازی، یہاں وطن میں آپریشن ردالفساد، کراچی شہر میں ترقیاتی کام کے نام پر بگاڑ، فٹ پاتھ وغیرہ ختم کیا جانا، چند دنوں میں بار بار پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ، ولی خان یونی ورسٹی میں مشال خان کا قتل، ناموسِ رسالت کے حوالے سے وزیر داخلہ کا موقف اور پھر ہائی کورٹ کے جج شوکت عزیز کا فیصلہ، درگاہ

حضرت سیدنا بابا فرید گنج شکر کے مسند نشین کا جھگڑا، پاناما کا فیصلہ، دہشت گردی کے حوالے سے احسان اللہ احسان کا کردار، کراچی کی شارع فیصل کا احوال، کراچی میں مختصر بارش اور شہر کا احوال، ماہ رمضان میں بجلی کی مسلسل لوڈشیڈنگ، نواز شریف کے لیے جی آئی ٹی اور بالآخر سپریم کورٹ سے ان کی نااہلی کا فیصلہ، پنڈی سے لاہور تک نواز شریف کی احتجاجی ریلی، امریکا کی ریاست ٹیکسس میں طوفان اور تباہ کاریاں، روہنگیا مسلمانوں سے بدترین بدسلوکی، آئین میں ختمِ نبوت کے حوالے سے سازشی ترمیم اور حکومتی ارکان کی قلابازیاں، تحریک لبیک یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دو دھڑوں کے مارچ اور دھرنے، ڈیرا اسماعیل خان میں برہنہ کرکے لڑکی کو سرعام گھمانا، قصور میں زینب نامی اور خیبر پختونخوا میں عاصمہ نامی بچی کے ساتھ زیادتی اور پھر اس کا قتل اور اس واقعے کے حوالے سے پاکستانی میڈیا، کراچی میں 28 نوجوانوں کا پولیس کی گولیوں کا نشانہ بننا، صحیح العقیدہ اہلِ

سنّت و جماعت کے اتحاد کی کوششیں، امریکی صدر کے پاکستان کے خلاف بیان، سعودی عرب میں خواتین کے حوالے سے آزادی کے نام پر اور دیگر تبدیلیاں، ترکی اور مسلم ممالک کا قبلۂ اول کے حوالے سے کردار، پاکستان کا الیکٹرانک میڈیا اور اس کے منفی اثرات، مارننگ شوز میں اخلاق باختہ مناظر، قومی ایئر لائن پی آئی اے میں فضائی میزبان کے یونی فارم کے دوپٹے پر جانوروں کی تصویروں کا پرنٹ شامل کیا جانا، شادی بیاہ کی تقریبات میں بہت زیادہ آتش بازی کا رجحان، موبائل فون کے رات بھر کے سستے پیکیج اور بے تحاشا پھیلتی خرابیاں وغیرہ پر اظہارِ خیال کا ارادہ تھا۔ کیا کہیں اور کیا نہیں؟ کس کس کا رونا روئیں؟ ملک میں ہر نئے دن طرح طرح کے واقعات کا تسلسل ہے، کچھ نہیں معلوم کہ ہم کس دَل دَل میں دھنستے چلے جا رہے ہیں؟ مذہبی و سیاسی قائدین کی نیرنگیاں سمجھ سے بالاتر ہیں۔ برسرِ اقتدار طبقہ کس نشے میں ہے اور حزبِ مخالف (اپوزیشن)

جانے کس دُھن میں ہے؟ افواج، عدلیہ، اشرافیہ اور میڈیا ہی کیا، لگتا ہے سبھی اداروں اور عوامل کو الجھاؤ مرغوب ہے۔ ترجیحات ہی بدل گئی ہیں۔ ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کی باتیں تو سبھی کی زبان پر ہیں لیکن عملی سرگرمی مفقود ہے۔ اخلاقیات کا ہر سطح پر دیوالیہ نظر آتا ہے۔ تعیش اور خواہشاتِ نفس کے پجاری زیادہ غالب ہیں اور جو "انصاف" کی باتیں کرتے ہیں، طَور ان کے بھی یہی ہیں۔ یہ قوم اپنے براہیم کی تلاش میں ہے۔۔۔

* دیگر مسائل میں تصویروں والے پوسٹرز اور پینافلیکس کا بڑھتا رجحان اور انہیں مسجدوں کی دیواروں پر بھی آویزاں کرنا، نعت خوانوں اور نعت خوانی میں بڑھتی شکایات، سوشیل میڈیا کا غلط استعمال، سیلفی فوٹوز کی بھرمار، جعلی اور نمائشی مداری پیر اور ان کی حماقتیں، واعظین کی بے احتیاطیاں، چھوٹے علاقوں میں مدرسین کا کم سن بچوں پر تشدد، طلاق اور خلع کے بڑھتے سلسلے، غیر سنجیدہ تحریروں کی اشاعت وغیرہ پر بھی اظہارِ خیال

ہمارے ارادے میں شامل تھا۔ بینکوں میں جمع کروائی گئی اپنی ہی رقم نکالنے پر ظالمانہ ٹیکس اور بجلی وپٹرول کے نرخوں میں اضافے کی شرح بتاتے ہوے روپیوں کے علاوہ جو ''پیسے'' گنوائے جاتے ہیں اس حوالے سے عوام کی تشویش، بجلی کے محکمے کے ظلم وستم، نادار کے محکمے کی ستم کاریاں، ٹریفک کی بدحالی جیسے مسائل پر بھی دُکھڑے بیان کرنے تھے۔ غذاؤں میں حلال وحرام کی تمیز ختم کرنے بلکہ شدید مضرِ صحت اور زہریلی چیزیں لوگوں کو کھلانے پلانے کا رونا بھی رونا تھا۔ ''نادر زمین (Rare earth)'' کے حوالے سے اہم باتیں بھی شامل کرنی تھیں کہ قدرت کا یہ عطیہ ہماری سرزمین کو حاصل ہے اور اسے کون استعمال کر رہا ہے۔

اس یادگاری مجلے میں کیا ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہی کرلیں کہ یہ سب کچھ ہم نہیں لکھ پارہے یا ہم سے لکھا نہیں جارہا؟ کیوں نہیں لکھا جارہا، اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایسے واقعات ہوے کہ روح تک لرز گئی۔ اسلام

کے عملی نفاذ اور مسلمانوں کی معاشی خوش حالی کے لیے بیش بہا قربانیاں
دے کر حاصل کیے گئے اس ملک میں کیا کیا ہو رہا ہے؟ ہوس اقتدار نے ان
لوگوں کو بھیڑیا بنا دیا ہے۔ حرص و ہوس کے لفظ بھی شاید ان لوگوں سے
ہراساں ہوں گے۔ ذلت و رسوائی کو یہ لوگ شاید کوئی "اعزاز" سمجھتے ہوں
گے۔ دین میں مداخلت تک سے انہوں نے اجتناب نہیں کیا۔ اسلامی
جمہوریہ کو سیکیولر اسٹیٹ بنانے کی منظم سازشیں ہو رہی ہیں۔ مجرموں کو
اہم عہدے دیے جا رہے ہیں۔ تین سانحے ایسے ہیں جنہوں نے ہمارے
قلب و ذہن کو ماؤف کر دیا ہے۔ قبلۂ اول مسجد اقصیٰ کے خلاف سازش،
عقیدۂ ختمِ نبوت پر حملہ اور قصور شہر میں زینب نامی بچی اور کے پی کے میں
عاصمہ سے زیادتی اور قتل کا حادثہ ان کے بارے میں ہم خود کچھ لکھنے کے
بجائے اِن ٹرنیٹ سے حاصل کی گئیں کچھ تحریریں اپنے قارئین کے لئے
بلا تبصرہ یہاں شامل کر رہے ہیں۔ ان تحریروں کے لیے جناب سید حماد

حسین، جناب معین الدین نوری، جناب سید اسلم غزالی اور جناب محمد اسمعیل بدایونی سے معاونت حاصل کی گئی۔ ملاحظہ ہوں :

پہلی تحریر: عالمِ اسلام کے خلاف طبلِ جنگ *

وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا، ہم تو ابھی بابری مسجد کی 25 ویں برسی پر سوگ وار ہو رہے تھے، اور بھارتیہ سیاست کو کوس رہے تھے، مگر ادھر دنیا کے منحوس ترین شخص نے پوری مسلم دنیا کے خلاف طبلِ جنگ بجادیا۔ یروشلم کو اسرائیل کی راج دھانی تسلیم کرنا اس بات کا صاف اشارہ ہے کہ تیسری عالمی جنگ قریب ہے جسے خلیج میں لڑے جانے کا منصوبہ بنالیا گیا ہے جسے کروسیڈ کا نام دے دیا جائے گا۔

بیت المقدس اگر ایک طرف تین بڑی مذہبی جماعتوں کا مقدس مرکز رہی ہے تو دوسری طرف سات ہزار برسوں کی خون آلود تاریخ کا فسانہ بھی۔

جب جب مسیحیوں نے اسے مسلمانوں کے ہاتھوں سے آزاد کرایا، اسے مسیحیت کی جیت قرار دیا۔ اب جب کہ دنیا مسلمانوں کے ہاتھوں سے پھسل رہی ڈونلڈ نے اپنا ٹرمپ کارڈ پھینک دیا ہے۔ امریکا دنیا کا پہلا ملک بن گیا جس نے یروشلم کو اسرائیل کی راج دھانی تسلیم کیا ہے، ظاہر ہے یہ ایک خوف ناک کھیل کا اعادہ ہے جس کے نتائج انتہائی درجہ تک ہول ناک ہونے والے ہیں۔

ٹرمپ کے طبلِ جنگ کے خلاف انتفادہ کا اعلان کرتے ہوئے حماس پوری شدت کے ساتھ یہودو

نصاری پر شب خون مارے گا اور ادھر فلسطین کے جنگجو تازہ دم ہو کر اسرائیلی فوجوں کے ساتھ تصادم میں موت کی نیند سونے کے لئے تیار ہوں گے۔

جیسا کہ ظاہر ہے کہ یورپ اور دیگر ممالک نے ٹرمپ کی اس بے ہودگی کے خلاف مورچہ کھولا ہے لیکن یہ مورچہ اتنا کامیاب نہیں ہو گا، بلکہ مخالفت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ معاملہ کو سرد پڑ جانے تک زیادہ خون خرابہ سے بچا جاسکے۔ جیسا کہ عراق کے معاملہ میں دیکھا گیا تھا کہ پہلے سب نے حملہ کے خلاف آواز بلند کی اور بعد میں امریکی طیاروں کے قافلوں میں شامل ہو گئے۔

یہ مسلم دنیا کے لئے امتحان کی گھڑی ہے، اب شاید شاہ سلمان کو بھی اس نازک لمحہ نے کچھ سکھا دیا ہو گا۔ ایران نے شدید مخالفت درج کی ہے اور دیگر خلیجی ممالک سراپا احتجاج ہیں۔ اب اس مصیبت سے نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اسلامی دنیا ایک پلیٹ فارم پر آئے اور دنیا کو باور کرا دے کہ ہمارے اختلافات اس حد تک نہیں ہیں کہ بیت المقدس کو ہاتھ سے نکلتے ہوئے خاموش تماشائی بنے رہیں گے۔

ظفر سید کے درج بالا مضمون کو پڑھ کر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بیت المقدس کے کیا معنی ہیں۔

یروشلم: سات ہزار برسوں کی خون آلود تاریخ

برطانوی جنرل سر ایڈمنڈ ایلن ہی کو یروشلم کے تقدس کا اس قدر خیال تھا کہ جب وہ عثمانی فوجوں کو شکست دے کر یروشلم پر قبضے کی غرض سے باب الخلیل کے راستے شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے گھوڑے یا گاڑی پر سوار ہونے کی بجائے پیدل چلنے کو ترجیح دی۔ یہ واقعہ آج سے ایک سو سال پہلے 11 دسمبر 1917ء کو پیش آیا تھا۔ برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ لونڈ جارج نے اس موقعہ پر لکھا کہ دنیا کے مشہور ترین شہر پر قبضے کے بعد مسیحی دنیا نے مقدس مقامات کو دوبارہ حاصل کر لیا ہے۔ تمام مغربی دنیا کے اخباروں نے اس فتح کا جشن منایا۔ امریکی اخبار نیویارک ہیرالڈ نے سرخی جمائی: ”برطانیہ

نے 673 برس کے اقتدار کے بعد یروشلم کو آزاد کروالیا ہے۔ مسیحی دنیا میں "زبردست خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اس واقعہ کے ٹھیک سو سال بعد آج اعلان کر دیا ہے کہ یروشلم اسرائیل کا دارالحکومت ہے، حالاں کہ دنیا بھر کے ملکوں نے انہیں خبردار کیا کہ اس اعلان سے خطے میں تشدد کی نئی لہر پھوٹ سکتی ہے۔

یروشلم متعدد بار تاخت و تاراج ہوا ہے، یہاں کی آبادیوں کو کئی بار زبردستی جلاوطن کیا گیا ہے، اور اس کی گلیوں میں ان گنت جنگیں لڑی جا چکی ہیں جن میں خون کے دریا بہہ چکے ہیں۔

مقدس شہر

یہ دنیا کا واحد شہر ہے جسے یہودی، مسیحی اور مسلمان تینوں مقدس مانتے ہیں ۔یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے کائنات کی تخلیق ہوئی اور یہیں پیغمبر حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی کی تیاری کی تھی ۔ مسیحی سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوے، ان کو یہیں مصلوب کیا گیا تھا اور یہیں ان کا سب سے مقدس کلیسا واقع ہے۔ مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق پیغمبرِ اسلام نے معراج پر جانے سے قبل اسی شہر میں واقع مسجدِ اقصی میں تمام نبیوں کی امامت کی تھی۔یہی وجہ ہے کہ مسلمان اور مسیحی ایک ہزار برس تک اس شہر پر قبضے کے لئے آپس میں برسرِ پیکار رہے ہیں۔

صلیبی جنگیں

مسلمانوں نے سب پہلے 638ء میں دوسرے خلیفہ حضرت عمر کے دور میں بازن طینیوں کو شکست دے کر اس شہر پر قبضہ کیا تھا۔ مسیحی دنیا میں یہ واقعہ

عظیم سانحے کی حیثیت رکھتا تھا۔ آخر 1095ء میں پوپ اربن دوم نے یورپ بھر میں مہم چلا کر مسیحیوں سے اپیل کی کہ وہ یروشلم کو مسلمانوں سے آزاد کروانے کے لیے فوجیں اکٹھی کریں۔ نیتجتاً 1099ء میں عوام، امرا اور بادشاہوں کی مشترکہ فوج یروشلم کو آزاد کروانے میں کام یاب ہوگئی۔ یہ پہلی صلیبی جنگ تھی۔ تاہم اکثر فوجی جلد ہی واپس اپنے وطن سدھار گئے اور بالآخر سلطان صلاح الدین ایوبی 90 برس بعد شہر کو آزاد کروانے میں کام یاب ہوگئے۔

ایک بار پھر یورپ میں بے چینی پھیل گئی اور یکے بعد دیگر چار مزید صلیبی جنگیں لڑی گئیں، لیکن وہ یروشلم سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے میں ناکام رہیں۔ البتہ 1229ء میں مملوک حکمران الکامل نے بغیر لڑے یروشلم کو فریڈرک دوم کے حوالے کر دیا۔ لیکن صرف 15 برس بعد خوارزمیہ نے ایک بار پھر شہر پر قبضہ کر لیا، جس کے بعد اگلے 673 برس تک یہ شہر

مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ امریکی اخبار نے انہی 673 برسوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ 1517ء سے 1917ء تک یہ شہر عثمانی سلطنت کا حصہ رہا اور عثمانی سلاطین نے شہر کے انتظام و انصرام کی طرف خاصی توجہ کی۔ انہوں نے شہر کے گرد دیوار تعمیر کی، سڑکیں بنائیں اور ڈاک کا نظام قائم کیا، جب کہ 1892ء میں یہاں ریلوے لائن بچھا دی گئی۔

دو حصے

جنرل ایلن بی کے قبضے کے بعد شہر تین دہائیوں تک برطانوی سلطنت میں شامل رہا اور اس دوران یہاں دنیا بھر سے یہودی آ آ کر آباد ہونے لگے۔ آخر 1947ء میں اقوامِ متحدہ نے اس شہر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی منظوری دی، جس کے تحت نہ صرف فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ، بلکہ یروشلم کے بھی دو حصے کر دیئے گئے جن میں سے مشرقی حصہ فلسطینیوں جب کہ مغربی حصہ یہودیوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے

اگلے برس اسرائیل نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ عرب ملکوں کے لیے یہ بات ناقابل قبول تھی۔ انہوں نے مل کر حملہ کر دیا لیکن انہیں اس میں شکست ہوئی۔ اس کے بعد اگلے دو عشروں تک یروشلم کا مشرقی حصہ اردن کے اقتدار میں رہا لیکن 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ بین الاقوامی برادری آج تک اس قبضے کو غیر قانونی سمجھتی ہے۔

اسرائیلی پارلیمان نے 1950ء ہی سے یروشلم کو اپنا

اور Affirmation کا معما ہے کیا؟

آپ حیران ہوں گے کہ جس مسئلہ کو ہمارے بعض علما اور وزراء معمولی سمجھ کر کہہ رہے کہ یہ ایک ہی چیز ہے اس کی جڑیں 305 سال پرانی ہیں جب Quakers نامی عیسائی فرقہ نے حلف لینے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ایک صرف اقرار کریں گے کیوں کہ ان کے نزدیک خدا ہر انسان میں ہے اور اسے علیحدہ سے قسم کھانے کی ضرورت نہیں اور اسی طرح کے دیگر عقائد

کا سہارا لیا اور Affirmation کی بجائے Oath کی بنیاد پر انہوں نے منظور کروایا۔ اس قانون میں بھی Quakers act 1695 1695ء میں وہی الفاظ درج ہیں جو موجودہ ترمیم میں شامل کئے گئے ہیں۔

An Act that the Solemne Affirmaton & Declaration of the People called Quakers shall be accepted instead of an Oath.

بات صرف یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ 200 سال قبل اسکاٹ لینڈ کے ملحدین نے بھی حلف کی مخالفت یہ کہتے ہوئے کر دی کہ ہم تو خدا کو مانتے ہی نہیں تو پھر قسم کیوں کھائیں اور اس طرح انہوں نے بھی قانون سازی کروا کے یہ شرط ختم کروادی۔ یہ ساری کھیل دراصل اس تاریخ کا حصہ ہے جب مغرب نے چرچ اور مذہب سے اپنا رشتہ توڑ کر لادینیت اور سیکولرازم کی بنیاد رکھی۔ چارلز براڈلاف نامی ایک شخص جس نے قومی سیکولر سوسائٹی کی

Solemn یا Affirmation Law بنیاد رکھی تھی اسی نے

کی بھی بنیاد رکھی۔ وہ 1880ء میں برطانیہ میں الیکشن Affirmation

جیت کر منتخب ہوا مگر اس کو حلف دینے سے روک دیا گیا کیوں کہ وہ ملحد یعنی

لادین تھا اور عیسائیت پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اس نے حلف کے بجائے اقرار

کی استدعا کی جو مسترد کر دی گئی اور اس سے سیٹ چھین لی گئی تاہم بعد میں

ضمنی انتخابات کراوے گئے جس پر وہ ایک مرتبہ پھر جیت گیا اور پھر سے

حلف سے انکار کیا جس پر اسے گرفتار کر لیا گیا، بالآخر یہ سلسلہ جاری رہا اور

ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا۔ پانچویں دفعہ جا کر وہ 1886ء میں حلف

لینے پر راضی ہوا جس کے الفاظ میں اپنی مرضی کی ترمیم کی اور پھر اس نے

1888ء میں Oath Act پیش کیا جس کے ذریعہ لادین لوگوں اور ملحدین

کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ حلف کی بجائے فقط اختیار پر گزارا کریں۔ یہ قانون

ایک طویل جدوجہد کے بعد عمل میں آیا جس میں کلیدی کردار چارلس براڈ

لاف ہی کا تھا جو مغرب میں سیکولر قانون سازی کی بیاد بنا۔ چارلز کی بیٹی بھی ملحد اور فری ٹھنکر تھی جسے عیسائیوں نے قتل کر دیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی دل چسپ ہے کہ سیکولرازم کے علم بردار ملحد چارلز کی موت 1891ء میں واقع ہوئی اور اس جنازے میں 21 سالہ ایک نوجوان موجود تھا جس کا نام موہن داس گاندھی تھا جس نے آگے چل کر بھارتی سیکولر آئین کی بنیاد رکھی۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ مغرب میں آج بھی ایسے واقعات ہوے ہیں کہ اپنا عقیدہ چھپا کر محض اقرار کا سہارا لے کر کئی ملحد عیسائی بن کر پارلیمینٹ کے ممبر بنے جن کی اصلیت بعد میں سامنے آئی۔ ان دونوں الفاظ کے قانونی اثرات کیا ہیں یہ ثانوی بات ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ ن لیگ کو آخر 99٪ مسلمان آبادی والے ملک میں حلق کو اقرار میں بدلنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ یہ مسئلہ تو مغرب کی ان ریاستوں میں پیش آیا یا آتا رہا ہے جو مکمل

سیکولر اور لادین ہیں کیوں کہ وہاں بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو کسی بھی مذہب کو نہیں مانتے اور کسی ایسی ہستی پر یقین نہیں رکھتے جسے وہ خدا یا اس کے برابر سمجھتے ہوں اور اس کی قسم کھانے کے لیے تیار ہوں جب کہ ایک اسلامی ملک میں جس کے آئین میں بالادستی قرآن وسنّت کی ہو اور حلف اور قسم کی بے انتہا اہمیت ہو وہاں اس قسم کی خوف ناک تبدیلی محض دفتری غلطی نہیں بلکہ ایک گہرا وار ہے جو باقاعدہ سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکمران جماعت واضح طور پر ملک کی نظریاتی اساس پر حملہ آور ہو کر اس کو لبرل ازم کی راہ پر گامزن کرنا چاہتی ہے تاکہ عالمی طاقتوں کی مکمل سپورٹ حاصل کر کے اپنا اقتدار مستحکم کیا جا سکے اور سیکولر ازم کی بنیادوں کو پاکستان کے آئین میں مضبوط کیا جا سکے۔

اب یہ بات تو واضح ہو گئی کہ یہ باقاعدہ سیکولر ازم کا شب خون پاکستان کے آئین پر مارا گیا ہے مگر اس کا ختمِ نبوت سے کیا تعلق ہے؟ اس کے لیے ہمیں

چند ایک باتوں کی طرف غور کرنا ہو گا۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف کو عدالت میں جھوٹ بولنے کی بنیاد پر نااہل قرار دیا گیا جب کہ اب انتخابی اصلاحات بل کے نام پر جو ترمیم شدہ قانون قومی اسمبلی میں منظور کیا گیا ہے اس کے مطابق آئندہ جھوٹ بولنے کو نااہل قرار نہیں دیا جاسکے گا۔

اراکین اسمبلی کے حلف نامہ میں ختم نبوت کی شق سے متعلق دعوہ کیا جارہا ہے کہ اس کی عبارت جوں کی توں ہے لیکن اس میں ڈیکلریشن پلس اوتھ کی جگہ صرف ڈیکلریشن / ایفرمیشن لکھ کر اوتھ کا لفظ ختم کر دیا گیا ہے یعنی قسم اور حلفاً اقرار کے الفاظ کلی طور پر حذف کر دیئے گئے ہیں۔ ہم اگر ان باتوں کی جاب تھوڑا غور کریں تو اس کے خوف ناک نتائج واضح طور پر سمجھ میں آتے ہیں اور صاف پتا چلتا ہے کہ یہ سب کچھ گہری سازش کے تحت کیا گیا ہے۔ ختم نبوت کے حوالے سے اس تبدیلی کے بعد اب اگر کوئی مرزائی ختم نبوت کا جھوٹا اقرار کر کے اسمبلی پہنچ جائے اور بعد میں اس امر کا پتا چلے کہ

یہ تو مسلمان نہیں بلکہ قادیانی ہے تو حالیہ ترمیم کی وجہ سے صرف جھوٹ بولنے کی بنیاد پر اسے نااہل قرار نہیں دیا جاسکے گا کیوں کہ حلف کے الفاظ تو پہلے ہی حذف کر دیے گئے ہیں۔یعنی اس انداز میں قانونی تبدیلی کی گئی ہے اور تھوڑا جھول رہ جاے اور آئندہ ملحد قسم کے لوگوں اور ختمِ نبوت کو تسلیم نہ کرنے والے قادیانیوں کو فائدہ پہنچایا جاسکے۔ڈاکٹر محمد مشتاق،ڈین فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لاء اسلامک یونی ورسٹی اسلام آباد نے اس موضوع سے متعلق ایک اور اہم نقطہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اسے بھی سمجھنا ضروری ہے ۔ان کا کہنا ہے کہ نئے قانون کی سب سے خطرناک ترین حقیقت یہ ہے کہ 2002ء کے قانون کی دفعہ 7(ذیلی دفعہ سی) کی منسوخی کے بعد اب قادیانی یا لاہوری گروپ کے کسی ووٹر کو مسلمانوں کی ووٹر لسٹ سے نکالنے کا کوئی قانونی طریقہ باقی نہیں رہا۔اس سے یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ تبدیلیاں کس کے کہنے پر اور کس کو خوش کرنے کے لیے کی گئی

ہیں! سوال ہے کہ یہ تمام حقائق ہونے کے بعد کیا اب بھی کسی ثبوت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اس لیے ختمِ نبوت اور پاکستان کے نظریاتی تشخص کو پامال کرنے کی اس ناپاک جسارت کی بلا تفریق مذمت کرنی چاہیے اور اس

تبدیلی کو نا صرف فوری طور پر واپس لیا چاہیے بلکہ اس سازش کے پیچھے کار فرما عناصر کے اصل عزائم کو قوم کے سامنے لا کر قانونی کارروائی کرنی چاہیے تا کہ آئندہ چور راستوں سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے متفقہ آئین اور ' ' نظریہ کے خلاف ہونے والی سازشوں کو روکا جاسکے۔

تیسری تحریر: *

جب سے نئے قانون کا مسودہ سامنے آیا ہے اس پر مختلف اطراف سے کافی کچھ تنقید ہوئی ہے اور میری رائے جاننے کے لیے بھی کئی دوستوں نے رابطہ کیا۔ میں صبح سے بہت مصروف رہا۔ اب کچھ سطور قلم بند کر رہا ہوں۔

پہلی بات: مقننہ کی طرف کسی لغو کام کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔

یہ تعبیر قانون کا بنیادی اصول ہے۔ قانون میں کوئی لفظ کیوں شامل کیا گیا؟ کیوں نکالا گیا؟ کیوں تبدیل کیا گیا؟ کچھ بھی بغیر کسی مقصد کے نہیں ہوتا۔ جب بھی کسی قانون کی تعبیر کی ذمہ داری ادا کرنے بیٹھتی ہے، یہ اس کے سامنے بنیادی مفروضہ ہوتا ہے۔ اس لیے اگر پہلے سے موجود قانون میں کسی لفظ کی تبدیلی کی جائے تو عدالت لازماً یہ دیکھتی ہے کہ اس تبدیلی کا مقصد کیا تھا، تاکہ قانون کی ایسی تعبیر اختیار کی جائے جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مناسب ہو۔

یاد رکھیے! تعبیر قانون کے معاملے عدالت کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ مقننہ کا ارادہ (intention of the legislature) معلوم کرکے اس کی روشنی میں قانون کا مفہوم متعین کرے۔ اس اصول کا لازمی تقاضا یہ ہے

کہ قانون میں کسی لفظ، کسی حرف، بلکہ کسی شوشے کی تبدیلی کو بھی لغو، لایعنی، بغیر کسی مقصد کے، نہ قرار دیا جاے۔

ختمِ نبوت کا حلفیہ بیان کیوں تبدیل کیا گیا؟

اس بنیادی اصول کی روشنی میں اب اس سوال پر غور کیجیے کہ ختمِ نبوت کے اقرار پر مشتمل بیانِ حلفی کے الفاظ میں کیا تبدیلی کی گئی؟ اس تبدیلی کا مقصد کیا تھا؟ اور کیا وہ مقصد حاصل ہو گیا؟ جیسا کہ کئی لوگوں نے واضح کیا ہے، پہلے ختمِ نبوت کا اقرار باقاعدہ بیان حلفی کے طور پر کیا جاتا تھا، جب کہ نئے قانون میں اسے محض ایک بیان بنا دیا گیا ہے۔ قانونی لحاظ سے اس فرق کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ محض بیان اگر بعد میں جھوٹا ثابت ہو جاے تو اس کی بنیاد پر بیان دینے والے کے خلاف دستور کی دفعہ 62 کے تحت نااہلی کا مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر بیانِ حلفی بعد میں جھوٹا ثابت ہو جاے تو ایسا شخص دستور کی دفعہ 62 کی رو سے نااہل ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ تو معلوم

ہے کہ جس کسی نے بھی یہ تبدیلی تجویز کی تو اس نے یہ بغیر کسی ارادے کے نہیں کی، اور ارادہ یقیناً اچھا نہیں تھا! ارادہ اچھا نہ ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ نئے قانون کی دفعہ 60 اور دفعہ 110 کا موازنہ پچھلے قانون کی متعلقہ دفعات سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پرانے قانون متعلقہ دفعات میں جو دستاویزات مذکور تھے، ان میں ختمِ نبوت کا بیانِ حلفی بھی تھا ، لیکن نئے قانون کی ان دفعات میں یہ بیانِ حلفی مذکور نہیں ہے۔ البتہ نام زدگی کے فارم میں ختمِ نبوت کا بیان، نہ کہ بیانِ حلفی، شامل کیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ سوال پھر یہ ہے کہ آخر بیانِ حلفی کو قانون کی دفعات سے نکالنے کا مقصد کیا تھا؟ یاد کیجیے کہ مقننہ کوئی بھی کام بغیر کسی مقصد کے نہیں کرتی !

اب رہا یہ سوال کہ جس کسی کے کہنے پر بھی قانون میں یہ تبدیلیاں کی گئیں ؟تو کیا یہ دونوں کام کر چکنے کے بعد اس کا مفہوم مقصد پورا ہو گیا؟ اس کا

جواب نفی میں ہے، والحمد للہ! ان تبدیلیوں کے باوجود کہ نام زدگی فارم کے آخر میں مذکور ہے کہ فارم بھرنے والا شخص حلفاً تصدیق (Solemnly affirm) کرتا ہے کہ فارم میں کی گئی تمام اندراجات اس کے علم اور یقین کی حد تک درست ہیں۔ اس بنا پر ختمِ نبوت کا وہ بیان بھی بیانِ حلفی بن جاتا ہے۔ دراصل فارم کے آخر میں یہ بیانِ حلفی پہلے ہی سے موجود تھا اور جس کسی نے بھی پہلی دو تبدیلیاں کیں، اس کی توجہ اس طرف نہیں گئی۔ میں تو اسے اس قوم پر اللّٰہ تعالیٰ کا خصوصی فضل سمجھتا ہوں کیوں کہ یہ قوم کم از کم دو معاملات میں کسی قسم کی مداہنت کی قائل نہیں ہے: ختمِ نبوت اور توہینِ رسالت۔

خلاصہ بحث یہ نکلا کہ ختمِ نبوت کے متعلق بیانِ حلفی کو محض بیان بنا دینے کی کوشش کا مقصد یہ تھا کہ اس کے جھوٹا ثابت ہونے پر کسی کو نا اہل نہ قرار دیا جاسکے لیکن الحمد للہ یہ بیان اب بھی بیانِ حلفی ہی ہے۔ حکومت کے

مدافعین اگر یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا تو ان پر لازم ہے کہ وہ ان دو تبدیلیوں کی کوئی معقول وجہ بیان کر دیں۔ بارِ ثبوت حکومت کے مدافعین پر ہے، نہ کہ اس کے ناقدین پر۔ کسی معقول جواز کی عدم موجودگی میں ان تبدیلیوں کا واحد مقصد قادیانی لابی کو خوش کرنا ہی تھا اور کچھ نہیں۔ تاہم میرے نزدیک اس قانون کا اصل مسئلہ یہ نہیں ہے، اگر حکومت کے مدافعین اور غدر خواہ ان دو تبدیلیوں کا کوئی معقول جواز تراش بھی لیں، تو اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتا کیوں کہ جو تیسری بڑی تبدیلی اس قانون نے کی ہے، وہ بہت خطرناک ہے اور وہ قطعی ثبوت ہے اس بات کا کہ ان تبدیلیوں کے ذریعے حکومت نے قادیانی لابی کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس قانون کے ذریعے جو سب سے خطرناک تبدیلی کی گئی ہے اور جو قانون بنانے والوں کی بدنیتی کا قطعی ثبوت ہے، وہ

بیانِ حلفی کے الفاظ میں تبدیلی نہیں بلکہ ایک اور امر ہے جو اس طریقے سے سرانجام دیا گیا ہے کہ اچھے اچھوں کو اس کی خبر ہی نہیں ہو سکی ہے۔

نئے قانون کی دفعہ 241 کے ذریعے کئی پچھلے قوانین کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ انھی قوانین میں ایک قانون جنرل پرویز مشرف کا جاری کردہ وہ صدارتی آرڈر ہے جس کے ذریعے 2002ء الیکشن کے لیے قواعد و ضوابط متعین کیے گیے تھے۔ اس آرڈر کو بعد میں سترھویں دستوری ترمیم کے ذریعے مستقل قانون کی حیثیت مل گئی تھی۔ 2002ء سے قبل الیکشن جداگانہ طرزِ انتخاب پر ہوتے تھے، یعنی مسلمان امیدوار کو مسلمان ووٹر ہی ووٹ دے سکتا تھا اور غیر مسلم امیدواروں کو غیر مسلم ووٹر ہی ووٹ دیتے تھے۔ 2002ء میں مخلوط طرزِ انتخاب رائج کیا گیا جس میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں قادیانی ووٹر اب ووٹر لسٹ میں اندراج کے ذریعے خود مسلمان نہ کہلوانا شروع کر دیں۔ اس خدشے کے پیشِ نظر جنرل مشرف کو اس

صدارتی آرڈر میں دفعہ 7بی اور دفعہ 7سی کا اضافہ کرنا پڑا۔ دفعہ 7بی ہی میں قرار دیا گیا تھا کہ مخلوط طرزِ انتخاب کے باوجود

قادیانیوں اور لاہوریوں کی قانونی حیثیت غیر مسلم ہی کی رہے گی، جیسا کہ دستورِ پاکستان میں طے پایا ہے۔ دفعہ 7سی میں یہ قرار دیا گیا کہ اگر کسی ووٹر پر کسی کو اعتراض ہو کہ اسے مسلمان ظاہر کیا گیا ہے جب کہ در حقیقت وہ قادیانی یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہے تو اس ووٹر پر لازم ہو گا کہ وہ مجاز اتھارٹی کے سامنے ختمِ نبوت پر ایمان کے متعلق اس طرح کا بیانِ حلفی جمع کرائے جیسے مسلمان کرتے ہیں۔ مزید یہ قرار دیا گیا کہ ایسا بیانِ حلفی جمع کرانے سے انکار کی صورت میں اسے غیر مسلم متصور کیا جائے گا اور اس کا نام مسلمانوں کی ووٹر لسٹ سے نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی قرار دیا گیا کہ اگر ایسا ووٹر مجاز اتھارٹی کے سامنے پیش ہی نہ ہو، باوجود اس کے کہ اسے باقاعدہ

نوٹس مل چکا ہو، تو ایسی صورت میں اس کے خلاف قضاء علی الغائب (ex parta decision) کے اصول پر فیصلہ کیا جائے گا۔

ذرا سوچئے! پرویز مشرف جیسے بدبخت آمر سے بھی اللّٰہ تعالیٰ نے یہ قانون جاری کروایا تھا۔ پھر یہ بھی سوچئے کہ مسلم لیگ جیسی پارٹی اور اس کے مذہبی اتحادیوں نے اس قانون کو منسوخ کروایا! عبرت کی جا ہے، واللّٰہ!

بہر حال غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب نئے قانون کی دفعہ 241 کی ذیلی دفعہ جی کے ذریعے 2002ء کے اس قانون کو منسوخ کی گیا تو اب قانونی حیثیت کیا ہے؟ 2002ء کے قانون کی دفعہ 7 (ذیلی دفعہ بی) کی منسوخی کے باوجود قادیانیوں اور لاہوری گروپ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی حیثیت بدستور غیر مسلم ہی کی رہے گی کیوں کہ ان کی یہ حیثیت دستور نے متعین کی ہے اور جب تک دستور میں ترمیم کر کے اس قانونی حیثیت کو

تبدیل نہ کیا جائے کسی بھی قانون میں تبدیلی یا نئے قانون کی آمد کے بعد بھی اس کی حیثیت بدستور وہی رہے گی۔

البتہ اس طرح کے قانون سے قانون بنانے والوں کی نیت تو بہر حال معلوم ہو جاتی ہے۔ سب سے خطرناک ترین حقیقت یہ ہے کہ 2002ء کے قانون کی دفعہ 7 (ذیلی دفعہ سی) کی منسوخی کے بعد اب قادیانی یا لاہور گروپ کے کسی ووٹر کو مسلمانوں کی ووٹر لسٹ سے نکالنے کا کوئی قانونی طریقہ باقی نہیں رہا۔ اسی سے یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ تبدیلیاں کس کے کہنے پر، یا کس کو خوش کرنے کے لیے کی گئی گئیں! کیا اب بھی کسی ثبوت کی ضرورت باقی ہے؟

پس چہ باید کرد؟

اب آئندہ کا لائحہ عمل کیا ہو؟ اس پر، ان شاء اللّٰہ کل تفصیل سے بحث کریں گے۔ اس وقت اتنا ہی نوٹ کیجیے کہ حکومت اور اس کے اتحادیوں

کے پاس اپنی اس سنگین غلطی کی تلافی کی ایک ہی صورت ہے: فوراً سے پیش تر نیا قانونی مسودہ پارلیمان سے منظور کرواکر ان تبدیلیوں کو پھر سے کالعدم کیا جائے۔ پاکستانی قوم نے ختمِ نبوت کے معاملے میں ہمیشہ جس ایمانی حمیت کا مظاہرہ کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ ایسا بہت جلد ہو جائے گا، ان شاء اللّٰہ وماذلک علی اللّٰہ بعزیز"

چوتھی تحریر: *

اعتراف

ختمِ نبوت کے قانون میں تبدیلی، یہ کلیریکل غلطی نہیں، ن لیگ کے اہم رہ نما نے اپنی ہی حکومت کے خلاف انتہائی اقدام کا اعلان کر دیا۔

جمعرات 5 اکتوبر 2017ء۔ لاہور (این این آئی) حکمران جماعت کے رکنِ پنجاب اسمبلی محمد وحید گل نے کاغذاتِ نامزدگی میں ختمِ نبوت کے حلف نامے کی اقرار نامے کے لفظ سے تبدیلی کرنے والے ذمہ داران سے

چوبیس گھنٹے میں مستعفی ہونے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو احتجاجاً لاہور سے اسلام آباد ننگے پاؤں مارچ کروں گا، ذمہ داران کو نہ صرف پارٹی سے باہر کیا جائے بلکہ ان کے خلاف مقدمات درج کرائے جائیں۔ لاہور پریس کلب میں ہنگامی پریس کانفرنس کرتے ہوئے رکنِ پنجاب اسمبلی وحید گل نے کہا کہ یہ کلیرکل غلطی نہیں، کسی مائی کے لعل کو ختمِ نبوت کے قانون کو چھیڑنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ ہماری جان ومال، ماں باپ اور اولاد نبی کریم ﷺ کی ناموس پر قربان ہیں۔ اس اقدام سے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے جس کا نوٹس لیا جانا چاہیے، انہوں نے کہا کہ آستین کے سانپ کہیں بھی ہوسکتے ہیں اور یہ اپنے ذاتی مفادات کے لیے کہیں بھی گھس جاتے ہیں اور اپنی کارستانیاں کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم وزیر اعلی شہباز شریف کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس پر فوری رد عمل دیا اور مطالبہ کیا کہ ایسے لوگوں کو کابینہ اور

پارٹی سے باہر نکالیں۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی وزیر قانون اور دیگر اس کے ذمہ دار ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ یہ لوگ 24 گھنٹے میں مستعفی ہوں بصورت دیگر میں اس کے خلاف ننگے پاؤں لاہور سے اسلام آباد کی طرف مارچ کروں گا۔

ان لوگوں کو پارٹی سے بھی نکالا جائے اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کے لیے مقدمہ درج کرایا جائے۔ وحید گل نے پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد بھی جمع کرادی ہے جس کے متن میں کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت نے انتخابی اصطلاحات ایکٹ 2017ء میں فارم برائے نام زدگی کے حلف نامہ واقرار نامہ میں جو ختمِ نبوت کے حلف نامہ واقرار نامہ کے حوالے سے جو غلطی ہوئی تھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے اسے دوبارہ قومی اسمبلی میں لفظ ''حلفیہ'' شامل کرنے کا قانون منظور کروانے کا جو اعادہ کیا ہے پنجاب اسمبلی کا یہ نمائندہ ایوان اس امر کو خوش آئند قرار دیتا ہے۔

وزیر اعلی پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے صحیح طور پر حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی کا حق ادا کیا ہے اور ختمِ نبوت ﷺ کے خادم بن کر سامنے آے ہیں اور انہوں نے جس طرح الحمراء آرٹس کونسل میں ورکرز کنونشن میں صدر مسلم لیگ (ن) میاں نواز شریف کی موجودگی میں یہ مطالبہ کیا کہ نہ صرف حلف نامے واقرارنامہ میں لفظ ''حلفیہ'' کو دوبارہ بحال کیا جاے بلکہ جن عناصر نے یہ گھناؤنا کام کیا ہے اس سازش کا پتہ لگا کر ان کو فوری طور پر پارٹی سے نکال کر باہر پھینکا جاے۔ وفاقی حکومت اور صدر مسلم لیگ (ن) میاں نواز شریف سے مطالبہ ہے کہ فوری طور پر ان سازشی عطاصر کا پتا لگایا جاے اور ان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جاے اور ان کو پارٹی سے نکال کر باہر پھینکا جاے۔

یہ ایوان سمجھتا ہے کہ جن غلامانِ رسول ﷺ کی اس بات سے دل آزاری ہوئی اس پر شہباز شریف صاحب کا یہ اقدام نہ صرف ان کی دل جوئی کا

باعث بنے گا بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک بہت بڑے فتنہ سے بچ گیا اور ان سازشی لوگوں کو بھی کان ہوں گے جو ختمِ نبوت کے قانون کے

بارے میں کوئی بھی سازش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان شاء اللّٰہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ یہ ایوان خادمِ اعلیٰ پنجاب و خادم ختمِ نبوت کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے اور تمام مذہبی و سیاسی اکابرین و رہنما قوم ملت کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اس اہم مسئلہ میں اہم کردار ادا کیا اور اہم مسئلہ کو اجاگر کیا۔ اللّٰہ تعالیٰ ان کی کاوش کو قبول فرمائے اور اس کی کوشش کاوش کو " ہم سب کو حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

پانچویں تحریر: *

لاہور (ویب ڈیسک) زینب قتل کیس کہنے کو اغوا کے بعد زیادتی اور زیادتی کے بعد قتل کی ایک عام سی واردات لگتی ہے، لیکن اس قتل کے پیچھے اتنے

ہول ناک حقائق ہیں جسے قطعی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ معاملہ سیریل کلنگ کا ہو یا ٹارگٹڈ ریپ کا لیکن یہ طے ہے کہ سیکیورٹی اداروں کی اس قتل اور ایسی کئی دیگر وارداتوں سے جڑے حقائق پر پردہ ڈالنے ہی میں عافیت ہے۔

نام وَر کالم نگار جمیل فاروقی اپنے ایک کالم میں لکھتے ہیں۔۔۔ جو پردہ اٹھائے گا، اس کا انجام بھیانک ہو گا کیوں کہ یہ مافیا بزنس مینوں سے لے کر سیاست دانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ عام جنسی تشدد اور شہوت سے جڑی واردات میں قاتل کارروائی کرتے ہیں اور قتل کر کے ثبوتوں کو صاف کرنے کے بعد غائب ہو جاتے ہیں لیکن جنسی زیادتی سے جڑے اس ہول ناک قتل کے دوران زینب کی دونوں کلائیوں کو چھری سے کاٹا گیا، گلے کو پھندے سے جکڑا گیا، جسم پر بے پناہ تشدد کیا گیا، اعضائے مخصوصہ کو تیز دھار آلے سے نشانات پہنچائے گئے اور زبان کو نوچا گیا۔ ایسا عام طور پر جنسی زیادتی اور

قتل کی وارداتوں میں نہیں ہوتا۔ ایسا کسی اور مقصد کے لئے کیا جاتا ہے اور وہ مقصد ہے بے پناہ پیسے کا حصول۔ پولیس حقائق سے پردہ اٹھائے یا نہ اٹھائے، پیسے سے جڑے جن حقائق سے میں پردہ اٹھانے جارہا ہوں اس کے لیے آپ کو اپنے دلوں کی دھڑکنوں کو تھامنا ہوگا۔ دنیا میں انٹرنیٹ کی ایک ایسی کمیونٹی بھی ہے جسے گوگل تک سرچ نہیں کر سکتا۔ یہ کمیونٹی دنیا کے مختلف حصوں سے انسانی اعضاء کی خرید و فروخت سمیت بچوں کے ساتھ جنسی فعل اور بچوں پر جنسی تشدد کے بعد ان کے تشدد زدہ اعضاء کی تشہیر سے وابستہ ہے۔

یہی نہیں بلکہ اس کمیونٹی سے جڑے لوگوں کو اپنے اپنے ٹاسک پورے کرنے کے لاکھوں ڈالر ادا کیے جاتے ہیں اور پیمنٹ کا طریقہ کار اتنا خفیہ ہوتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں یا خفیہ ایجنسیز کو بھنک تک نہیں پڑ سکتی۔ اس کمیونٹی تک ایک عام صارف کی رسائی نہیں ہوتی بلکہ مکمل

چھان بین کے بعد دنیا بھر سے سب سے زیادہ قابل اعتماد اور قابل بھروسہ لوگوں کو اس کمیونٹی کا ممبر بنایا جاتا ہے۔ ورلڈ وائیڈ ویب یعنی انٹرنیٹ پر موجود جنسی ہیجان اور انسانی جسمانی اعضاء کی خرید و فروخت کے گورکھ دھندے سے جڑی اس حقیقت کو ڈارک ویب یا ڈارک نیٹ کا نام دیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی جریدوں کے 2007ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس دھندے سے وابستہ لوگوں کی تعداد چار اعشاریہ پانچ ملین ہے جو کروڑوں ڈالر کی تجارت سے جڑی ہے۔ جنوری 2007ء سے دسمبر 2017ء تک اس کاروبار کے صارفین اور ناظرین کی تعداد میں خطرناک حد تک پانچ سو گنا اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔ قانونی اداروں اور خفیہ ایجنسیوں کی اس دھندے تک واضح رسائی نہ ہونے کی وجہ سے اعداد و شمار کا یہ تخمینہ اس سے بھی بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ اس دھندے کا سب سے اہم جز وپیڈوفیلیا یا وائلنٹ پورن

انڈسٹری ہے جس میں بڑی عمر کے لوگ بچوں یا بچیوں سے جنسی فعل کرتے ہیں یا انہیں جنسی تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے دکھاتے ہیں۔

یہ ڈارک ویب کی سب سے زیادہ منافع پہنچانے والی انڈسٹری ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک کے بچے اور بچیاں ڈارک ویب پر بیچے جانے والے مواد کا آسان ترین ہدف ہیں۔ ان ممالک میں بھارت، بنگلادیش، پاکستان، ایران، افغانستان اور نیپال شامل ہیں۔ یہاں پر بھارت میں ہونے والے رادھا قتل کیس کا حوالہ دینا بہت ضروری ہے۔ 2009ء میں بھارتی شہر ممبئی کے ایک اپارٹمنٹ سے رادھا نامی چھ سالہ بچی کی تشدد زدہ لاش ملی جسے جنسی درندگی کے دوران شدید جنسی تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے ہاتھ اور کلائیاں کاٹی گئی تھیں، زبان نوچی گئی تھی اور اعضائے مخصوصہ پر چھریوں کے وار کیئے گئے تھے۔ ممبئی پولیس نے اس کیس کی تحقیقات قاتل کے نفسیاتی ہونے کے زاویے پر کیں اور قاتل کو سیریل کلر کا نام دے کر فائل کو بند کر دیا تھا،

لیکن اصل میں معاملہ یہ نہیں تھا۔ ٹھیک دو سال بعد ممبئی ہی میں بیٹھے ہوے ایک ہیکر نے ڈارک ویب کی کچھ جنسی ویب سائیٹس کو ہیک کیا تو وہاں اسے رادھا کی ویڈیو ملی۔ ویڈیو پر دو سال قبل کئے جانے والے لائیو براڈ کاسٹ کا ٹیگ لگا ہوا تھا۔

ہیکر نے ممبئی پولیس کو آگاہ کیا تو تفتیش کو پورن انڈسٹری سے جوڑ کر تحقیقات کی گئیں۔ ان تحقیقات کے بعد ہول ناک اور انتہائی چشم کشا انکشافات سامنے آے۔ رادھا کو جنسی زیادتی کا نشانہ بناتے ہوے انٹرنیٹ پر براہ راست نشر کیا گیا۔ اس کے ساتھ کئی لوگوں نے ریپ کیا۔ ہاتھ او رکلائیاں کاٹنے کے ٹاسک ملے تو ہاتھ اور کلائیاں کاٹی گئیں۔ اعضاے مخصوصہ پر چھریاں مارنے کا ٹاسک ملا تو بے دردی سے چھریاں ماری گئیں اور اس براڈ کاسٹ کے لیے کئی لاکھ ڈالر ادا کیے گئے۔ تحقیقات کا دائرہ اور بڑھایا گیا تو بڑے بڑے بزنس مینوں سے لے کر سیاست دانوں تک لوگ

اس قتل کی واردات سے جڑے ہوے پاے گئے۔ پولیس والوں کے پَر جلنے
لگے تو فائل بند کر دی گئی اور آج تک قاتل کھلے عام دندناتے پھر رہے ہیں۔

کچھ ایسا ہی زینب قتل کیس میں بھی ہوا ہے۔ قصور میں جنسی درندگی کے
بعد تشدد اور پھر قتل کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے۔ زینب قصور شہر میں قتل
کی جانے والی بارہویں بچی ہے۔ پولیس کہتی ہے قاتل سیریل کلر ہے لیکن
اس تک پہنچ نہیں پاتی۔ سی سی ٹی وی فوٹیج میں ملزم کی شکل واضح ہونے کے
باوجود غلط خاکہ تیار کیا جاتا ہے۔

پولیس کی یہی حرکتیں ہیں جس کے باعث ان بارہ بچیوں میں سے ایک بھی
مقتولہ بچی کا کیس آج تک حل نہیں ہو سکا۔

کیا پولیس واقعی اتنی نااہل ہے یا کیس اتنا ہی سادہ ہے؟ اصل میں معاملہ یہ
نہیں بلکہ معاملہ مبینہ طور پر مقامی ایم این اے، ایم پی اے اور اس
دھندے میں ملوث پولیس کے اعلی عہدیداران کو بچانے کا ہے۔ اس

دھندے سے وابستہ بزنس مین بڑے بڑے نام ملوث ہیں۔ 2015ء میں قصور شہر ہی میں ڈھائی سو سے

زائد بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی، ریپ اور بعد ازاں ویڈیو بنانے کا جو معاملہ میڈیا نے اٹھایا تھا، اس کے پیچھے بھی بہت بڑے مافیا کا ہاتھ تھا۔ مقامی حکومتی عہدیداروں، ایم این اے اور ایم پی اے کے کہنے پر پولیس نے مبینہ طور پر اس کیس کی فائل کو بند کر دیا تھا کیوں کہ اس کیس کے تانے بانے بین الاقوامی طور پر بدنامِ زمانہ چائلڈ پورنوگرافی اور وائلنٹ پورن سے ملتے تھے اور سچی بات یہ ہے کہ جرم میں ملوث افراد اتنے بااثر ہیں کہ عام آدمی انہیں قانون کے کٹہرے میں لانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ زینب اور زینب سمیت دیگر بچیوں اور بچوں کا قتل رادھا قتل کیس سے بہت مشابہت

رکھتا ہے، لیکن پولیس غلط خاکہ تیار کرنے سے لے کر تحقیقات غلط زاویے پر چلانے تک ملزمان کو ہر طرح سے پروٹیکٹ کر رہی ہے۔

ذرا سوچیے کہ زینب یا دیگر بارہ بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کی گئی، مبینہ طور پر لائیو براڈکاسٹ یا ویڈیو بنا کر نوٹ چھاپے گئے، لاوارث سمجھ کر لاش کو کچرے میں پھینک دیا گیا لیکن پولیس اسے محض ایک جنسی زیادتی کا کیس بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ اس قتل کا ڈارک ویب سے جڑے ہونے کا واضح ثبوت کٹی ہوئی کلائیاں اور جسم پر تشدد کے واضح نشانات ہیں جسے پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کھل کر بیان کیا گیا ہے۔ اب بھی اگر حقائق سے روگردانی کرتے ہوئے قتل میں ملوث بڑے بڑے ناموں کو بچانے کی کوشش کی گئی تو آپ اور ہم میں سے کسی کی بھی بہن یا بیٹی ڈارک ویب سے جڑے اس گورکھ دھندے کی بھینٹ کبھی بھی چڑھ سکتی ہے، اس لیے اپنی سوچوں کے زاویوں کو مثبت ڈگر پر چلاتے ہوئے اس مافیا کے خلاف یک زبان

ہو جائیں، ایک ہو جائیں اور اس دھندے میں ملوث چہروں کو بے نقاب کریں۔

ایک صرف ایک زینب کا کیس درست سمت میں تحقیقات سے حل ہو گیا تو آئندہ کسی بدمعاش مافیا کو یہ جرات نہیں ہو گی کہ وہ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ پیسوں کی خاطر درندوں والا سلوک کرے۔ اس لیے ڈارک ویب سے نمٹنے کے لیے برائٹ سوسائٹی کا کردار ادا کیجئے اور صرف برائٹ سوسائٹی ہی اس مافیا سے نمٹ سکتی ہے ورنہ اربابِ اختیار سے وابستہ اس " دھندے کے حمام میں سب کے سب ننگے ہیں۔

* کسی جرنلسٹ نے زینب کی پوسٹ مارٹم رپورٹ پڑھنے کی کوشش نہیں کی، کیوں کہ اس میں باقاعدہ لکھا ہے کہ زینب کے ساتھ متعدد بار زیادتی کی گئی اور مختلف افراد نے کی، ایک بندے کو پکڑ کر پورا کیس بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، کس کو بچانے کی کوشش کر رہی ہے پنجاب حکومت؟

ملزم عمران کا بیان می ڈیا پہ دکھایا گیا کہ اس نے جب اغواء کیا ڈیڑھ گھنٹے بعد قتل کر دیا تھا اور لاش جا کر بستر میں چھپا دی تھی۔

چھٹی تحریر: *

تبصرہ

جناب اپنا سکرپٹ ایک بار پھر چیک کر لو کیوں کہ زینب کی نعش 9 تاریخ کو ملی اور 4 جنوری کو وہ اغوا ہوئی یعنی کے پانچ دن، اس کے بعد اس کی نعش ہاسپٹل منتقل ہوئی پوسٹ مارٹم ہوا، اس کے بعد اس کے ماں باپ DNA کا انتظار کیا گیا، 11 کو نمازِ جنازہ ہوئی، بچی کی تصاویر دیکھیں کیا وہ نعش 7 دن پرانی تھی، بالکل نہیں، مرنے کے تقریباً 36 گھنٹے بعد فضلہ جات (پیشاب اور پاخانہ) بھی خارج ہونے لگتے ہیں، رگوں میں خون کا بہاؤ رُک جانے کی وجہ سے کشش ثقل اس خون کو نیچے کی طرف کھینچ لیتی ہے۔ نتیجتاً سرخ و سفید رنگت والی جلد پیلی پڑ جاتی ہے اور اس پر جگہ جگہ سرخ دھبے نمایاں

دکھائی دینے لگتے ہیں۔ بتدریج خشک ہونے کی وجہ سے کھال سکڑ جاتی ہے
جس کے باعث یوں دکھائی دیتا ہے کہ جیسے مُردے کے ناخن اور بال کچھ
لمبے ہوگئے ہیں۔ مرنے کے ایک سے دو دن بعد ہی مُردے کے جسم سے
شدید ناگوار بدبو اٹھنے لگتی ہے کیوں کہ اس دوران گلتے سڑتے جسم سے بدبو
پیدا کرنے والے مرکبات کی بڑی مقدار خارج ہو رہی ہوتی ہے۔

گلنے سڑنے کے اسی عمل میں جسم اعضاء پر بیکٹیریا (جراثیم)، خامروں سے
مدد لیتے ہوئے دھاوا بول دیتے ہیں اور انہیں ہڑپ کر کے ختم کرنے لگتے
ہیں۔ اس وجہ سے مُردے کے جسم میں (اندر اور باہر کی طرف) سبز رنگت
خاصی نمایاں ہو جاتی ہے ساتویں دن جسم میں کیڑے پیدا ہونے لگتے ہیں
جب کہ زینب کی نعش میں ایسا کچھ نہیں تھا، تصاویر نکال کے دیکھیں۔
پوسٹ مارٹم میں بھی یہی بتایا گیا کہ نعش ایک دن پرانی ہے اب حکومت یہ
بتائے کہ زینب کو زندہ اتنے دن کہاں رکھا گیا۔ اصل میں حکمرانوں کو وہ

جگہ نہیں مل رہی وہ مکان نہیں مل رہا جس کو وہ جائے وقوع ظاہر کریں کیوں کہ اگر اصل مقام بتایا تو پورا گینگ پکڑا جائے گا۔

ساتویں تحریر: ایک تن خواہ سے کتنی بار ٹیکس دوں اور کیوں؟ ہے کوئی *

جواب

میں نے 30 دن کام کیا، تن خواہ لی اور ٹیکس دیا، سیل فون خریدا پھر ٹیکس دیا ،ری چارج کرایا ٹیکس دیا، ڈیٹا کنکشن لیا اور ٹیکس دیا، بجلی لی پھر ٹیکس دیا، گھر لیا تو ٹیکس دیا، ٹی وی فرتج لیا ٹیکس دیا، کار لی ٹیکس دیا، پٹرول لیا پھر ٹیکس دیا، سروس کروائی تو ٹیکس دیا، روڈ پہ چلی پھر ٹیکس دیا، ٹول پلازا پہ دوبارہ ٹیکس دیا ،لائسنس بنوایا پھر ٹیکس دیا، غلطی کی تو ٹیکس دیا، ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا تو ٹیکس دیا، پارکنگ پہ ٹیکس دیا، پانی لیا اس پہ ٹیکس دیا

راشن خریدا اس پہ بھی ٹیکس دیا، کپڑے، جوتے، کتابیں لیں اس پہ بھی ٹیکس دیا، ٹوائلٹ گئی اس پہ بھی ٹیکس دیا،

دوائی لی تو بھی ٹیکس دیا، گیس لی پھر ٹیکس دیا، سینکڑوں اور چیزیں لیں اور پھر ٹیکس دیا، کہیں فیس تو کہیں بل تو کہیں کرایہ کہیں جرمانے تو کہیں رشوت کے نام پہ پیسے دینے ہی پڑے، اس سب ڈرامے کے بعد اگر غلطی سے سیونگ کی مد میں کچھ بچا لیا تو پھر ٹیکس دیا، ساری عمر محنت سے کام کرنے کے بعد کوئی سوشل سیکیورٹی نہیں، کوئی پنشن نہیں، صرف پانچ سال کے لیے MNA یا MPA بن جاتے تو مزے تھے، کوئی میڈیکل انشورنس نہیں، بچوں کے لئے معیاری اسکولز نہیں، پبلک ٹرانسپورٹ نہیں، سڑکیں خراب، اسٹریٹ لائٹس خواب، ہوا خراب، پانی خراب، پھل اور سبزیاں زہریلی، اسپتال مہنگے بلکہ ہر سال مہنگائی میں اضافہ بے تحاشہ خرچے اس کے بعد ہر جگہ لمبی لائنیں، آخر سارا پیسہ کہاں گیا، کرپشن میں، الیکشن میں، امیروں کو حاصل مراعات میں یا امیروں کے فرضی دیوالیہ ہو کر قرضے معاف

کرانے میں، سوئس بینک میں، لیڈرز کے بنگلے اور کارڈز میں، عوام کو سبز باغ دکھانے میں اور پانامہ کے ہنگامے میں،

اب کس کو چور کہیں، آخر کب تک اس ملک کے مظلوم عوام جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزارتے رہیں گے، میں جتنا وطنِ عزیز اور اس کیزائد بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی، ریپ اور بعد ازاں ویڈیو بنانے کا جو معاملہ می ڈیانے اٹھایا تھا، اس کے پیچھے بھی بہت بڑے مافیا کا ہاتھ تھا۔ مقامی حکومتی عہدیداروں، ایم این اے اور ایم پی اے کے کہنے پر پولیس نے مبینہ طور پر اس کیس کی فائل کو بند کر دیا تھا کیوں کہ اس کیس کے تانے بانے بین الاقوامی طور پر بدنامِ زمانہ چائلڈ پورنوگرافی اور وائلنٹ پورن سے ملتے تھے اور سچی بات یہ ہے کہ جرم میں ملوث افراد اتنے بااثر ہیں کہ عام آدمی انہیں قانون کے کٹہرے میں لانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ زینب اور زینب سمیت دیگر بچیوں اور بچوں کا قتل رادھا قتل کیس سے بہت مشابہت رکھتا

ہے، لیکن پولیس غلط خاکہ تیار کرنے سے لے کر تحقیقات غلط زاویے پر چلانے تک ملزمان کو ہر طرح سے پروٹیکٹ کر رہی ہے۔

ذرا سوچیے کہ زینب یا دیگر بارہ بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کی گئی، مبینہ طور پر لائیو براڈکاسٹ یا ویڈیو بنا کر نوٹ چھاپے گئے، لاوارث سمجھ کر لاش کو کچرے میں پھینک دیا گیا لیکن پولیس اسے محض ایک جنسی زیادتی کا کیس بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ اس قتل کا ڈارک ویب سے جڑے ہونے کا واضح ثبوت کٹی ہوئی کلائیاں اور جسم پر تشدد کے واضح نشانات ہیں جسے پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کھل کر بیان کیا گیا ہے۔

اب بھی اگر حقائق سے روگردانی کرتے ہوئے قتل میں ملوث بڑے بڑے ناموں کو بچانے کی کوشش کی گئی تو آپ اور ہم میں سے کسی کی بھی بہن یا بیٹی ڈارک ویب سے جڑے اس گورکھ دھندے کی بھینٹ کبھی بھی چڑھ سکتی ہے، اس لیے اپنی سوچوں کے زاویوں کو مثبت ڈگر پر چلاتے ہوئے اس مافیا

کے خلاف یک زبان ہو جائیں، ایک ہو جائیں اور اس دھندے میں ملوث

چہروں کو بے نقاب کریں۔ ایک صرف ایک زینب کا کیس درست سمت

میں تحقیقات سے حل ہو گیا تو آئندہ کسی بدمعاش مافیا کو یہ جرات نہیں ہو گی

کہ وہ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ پیسوں کی خاطر درندوں والا سلوک

کرے۔ اس لیے ڈارک ویب سے نمٹنے کے لیے برائٹ سوسائٹی کا کردار

ادا کیجئے اور صرف برائٹ سوسائٹی ہی اس مافیا سے نمٹ سکتی ہے

ورنہ اربابِ اختیار سے وابستہ اس دھندے کے حمام میں سب کے سب ننگے

ہیں۔"

* کسی جرنلسٹ نے زینب کی پوسٹ مارٹم رپورٹ پڑھنے کی کوشش نہیں

کی، کیوں کہ اس میں باقاعدہ لکھا ہے کہ زینب کے ساتھ متعدد بار زیادتی کی

گئی اور مختلف افراد نے کی، ایک بندے کو پکڑ کر پورا کیس بند کرنے کی

کوشش کی جا رہی ہے، کس کو بچانے کی کوشش کر رہی ہے پنجاب حکومت؟

ملزم عمران کا بیان میڈیا پہ دکھایا گیا کہ اس نے جب اغواء کیا ڈیڑھ گھنٹے بعد قتل کر دیا تھا اور لاش جا کر بستر میں چھپادی تھی۔

چھٹی تحریر: *

تبصرہ

جناب اپنا سکرپٹ ایک بار پھر چیک کر لو کیوں کہ زینب کی نعش 9 تاریخ کو ملی اور 4 جنوری کو وہ اغوا ہوئی یعنی کے پانچ دن، اس کے بعد اس کی نعش ہسپتال منتقل ہوئی پوسٹ مارٹم ہوا، اس کے بعد اس کے ماں باپ DNA کا انتظار کیا گیا، 11 کو نمازِ جنازہ ہوئی، بچی کی تصاویر دیکھیں کیا وہ نعش 7 دن پرانی تھی، بالکل نہیں، مرنے کے تقریباً 36 گھنٹے بعد فضلہ جات (پیشاب اور پاخانہ) بھی خارج ہونے لگتے ہیں، رگوں میں خون کا بہاؤ رُک جانے کی وجہ سے کششِ ثقل اس خون کو نیچے کی طرف کھینچ لیتی ہے۔ نتیجتاً سرخ و

سفید رنگت والی جلد پیلی پڑ جاتی ہے اور اس پر جگہ جگہ سرخ دھبے نمایاں دکھائی دینے لگتے ہیں۔

بتدریج خشک ہونے کی وجہ سے کھال سکڑ جاتی ہے جس کے باعث یوں دکھائی دیتا ہے کہ جیسے مُردے کے ناخن اور بال کچھ لمبے ہو گئے ہیں۔ مرنے کے ایک سے دو دن بعد ہی مُردے کے جسم سے شدید ناگوار بدبو اٹھنے لگتی ہے کیوں کہ اس دوران گلتے سڑتے جسم سے بدبو پیدا کرنے والے مرکبات کی بڑی مقدار خارج ہو رہی ہوتی ہے۔

گلنے سڑنے کے اسی عمل میں جسم اعضاء پر بیکٹیریا (جراثیم)، خامروں سے مدد لیتے ہوئے دھاوا بول دیتے ہیں اور انہیں ہڑپ کر کے ختم کرنے لگتے ہیں۔ اس وجہ سے مُردے کے جسم میں (اندر اور باہر کی طرف) سبز رنگت خاصی نمایاں ہو جاتی ہے ساتویں دن جسم میں کیڑے پیدا ہونے لگتے ہیں جب کہ زینب کی نعش میں ایسا کچھ نہیں تھا، تصاویر نکال کے دیکھیں۔

پوسٹ مارٹم میں بھی یہی بتایا گیا کہ نعش ایک دن پرانی ہے اب حکومت یہ بتائے کہ زینب کو زندہ اتنے دن کہاں رکھا گیا۔ اصل میں حکمرانوں کو وہ جگہ نہیں مل رہی وہ مکان نہیں مل رہا جس کو وہ جائے وقوع ظاہر کریں کیوں کہ اگر اصل مقام بتایا تو پورا گینگ پکڑا جائے گا۔

ساتویں تحریر: *

ایک تن خواہ سے کتنی بار ٹیکس دوں اور کیوں؟

ہے کوئی جواب

میں نے 30 دن کام کیا، تن خواہ لی اور ٹیکس دیا، سیل فون خریدا پھر ٹیکس دیا ،ری چارج کرایا ٹیکس دیا، ڈیٹا کنکشن لیا اور ٹیکس دیا، بجلی لی پھر ٹیکس دیا، گھر لیا تو ٹیکس دیا، ٹی وی فریج لیا ٹیکس دیا، کار لی ٹیکس دیا، پٹرول لیا پھر ٹیکس دیا، سروس کروائی تو ٹیکس دیا، روڈ پہ چلی پھر ٹیکس دیا، ٹول پلازا پہ دوبارہ ٹیکس دیا

،لائسنس بنوایا پھر ٹیکس دیا، غلطی کی تو ٹیکس دیا، ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا تو ٹیکس دیا، پارکنگ پہ ٹیکس دیا، پانی لیا اس پہ ٹیکس دیا

راشن خریدا اس پہ بھی ٹیکس دیا، کپڑے، جوتے، کتابیں لیں اس پہ بھی ٹیکس دیا، ٹوائلٹ گئی اس پہ بھی ٹیکس دیا،

دوائی لی تو بھی ٹیکس دیا، گیس لی پھر ٹیکس دیا، سینکڑوں اور چیزیں لیں اور پھر ٹیکس دیا، کہیں فیس تو کہیں بل تو کہیں کرایہ کہیں جرمانے تو کہیں رشوت کے نام پہ پیسے دینے ہی پڑے، اس سب ڈرامے کے بعد اگر غلطی سے سیونگ کی مد میں کچھ بچا لیا تو پھر ٹیکس دیا، ساری عمر محنت سے کام کرنے کے بعد کوئی سوشل سیکیورٹی نہیں، کوئی پنشن نہیں، صرف پانچ سال کے لیے MNA یا MPA بن جاتے تو مزے تھے، کوئی میڈیکل انشورنس نہیں، بچوں کے لئے معیاری اسکولز نہیں، پبلک ٹرانسپورٹ نہیں، سڑکیں خراب ،اسٹریٹ لائٹس خواب، ہوا خراب، پانی خراب، پھل اور سبزیاں زہریلی،

اسپتال مہنگے بلکہ ہر سال مہنگائی میں اضافہ بے تحاشہ خرچے اس کے بعد ہر جگہ لمبی لائنیں، آخر سارا پیسہ کہاں گیا، کرپ شن میں، الیکشن میں، امیروں کو حاصل مراعات میں یا امیروں کے فرضی دیوالیہ ہو کر قرضے معاف کرانے میں، سوئس بینک میں، لیڈرز کے بنگلے اور کارڈز میں، عوام کو سبز باغ دکھانے میں اور پانامہ کے ہنگامے میں، اب کس کو چور کہیں،

آخر کب تک اس ملک کے مظلوم عوام جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزارتے رہیں گے، میں جتنا وطنِ عزیز اور اس کی

غریب عوام کے استحصال کے متعلق سوچتی ہوں تو خون کے آنسو روتی ہوں مگر اب وقت آ چکا کہ کسی شخصِ واحد کی اندھی محبت اور تقلید کے بجائے اس پیارے ملک اور اس کی غریب عوام کے بارے میں سوچا جائے۔

آٹھویں تحریر: *

چیف جسٹس کے حکم پر کراچی میں قبضے کے پلاٹوں پر شادی ہال گرادیئے

!!!

لیز بند، ٹرانسفر بند، کمرشل بلڈنگ بند، سب ہی بند کر دیا، کیا سو فیصد قبضے کی جگہیں، جرائم منشیات، چوری چکاری، لوٹ مار، دہشت گردی، بجلی، پانی کی چوری کے گڑھ نظر نہیں آتے جو سو فیصد ناجائز قبضے ہیں ؟؟؟؟

سہراب گوٹھ کے اطراف افغان بستیاں، منگھوپیر !!!، نارتھ کراچی کی پہاڑی، پہاڑ گنج، بلدیہ کے اطرف، اور نگی ٹاؤن کے اطراف، صدر کے اطراف وغیرہ وغیرہ وغیرہ؟ نظر نہیں آتے ؟؟؟؟؟؟، حیرت ہے! ملک ریاض چالیس ہزار ایکڑ ڈکار گیا ان کے علم میں نہیں؟ کراچی کا پانی کاٹ کر بحریہ ٹاؤن کو دے دیا گیا۔۔۔ یہ بھی نہیں پتا؟، بلدیہ پٹیل پاڑا میں گلی گلی ناجائز ہائیڈرنٹز علم میں نہیں ؟؟؟؟؟

نویں تحریر: ⁕

اردو زبان کا زوال۔ مجرم کون؟

لکھاری کے بجائے رائٹر، گو کہ ہماری پیدائش سے کہیں پہلے مدرسہ کو اسکول بنادیا گیا تھا لیکن انگریزی زبان کی اصطلاحات دورانِ تعلیم استعمال ہوتی تھیں۔ جب میں پرائمری جماعت میں پڑھتا تھا تو چار الفاظ انگریزی زبان کے رائج تھے، ہیڈ ماسٹر، فیس، فیل، پاس اور جمعرات کو لاسٹ ورکنگ ڈے (کیوں کہ ان دنوں اتوار کی بجائے جمعہ کے دن سرکاری چھٹی ہوتی تھی) کہا جاتا تھا اس دن آدھی چھٹی یعنی ہاف ڈے ہوتا تھا۔ جب میں تیسری جماعت میں آیا تو ایک نیا لڑکا ہماری جماعت میں داخل ہوا جو انگلش میڈیم اسکول سے دو جماعتیں پڑھ کر آیا تھا اس کے مونھ سے میں نے پہلی مرتبہ لفظ پے پر سنا ورنہ ہم پرچا کہا کرتے تھے۔ مجھے یہ لفظ بہت عجیب سا لگا۔ چوتھی کلاس میں ہمارے ایک استاد صاحب آئے جنہوں نے کہا کہ مجھے استاد جی کی بجائے سر جی کہا کرو۔ یوں وہ استاد جی سے سر جی کہلانے لگے

،ان کی دیکھا دیکھی آہستہ آہستہ یہ اصطلاح پورے اسکول میں پھیل گئی اور ہر طرف سر جی سر جی ہو گئی۔ سارے استاد ٹیچر بن گئے۔ پھر عام بول چال میں غیر محسوس طریقے سے اردو کا جو زوال شروع ہوا وہ اب تک جاری ہے ۔اب تو یاد بھی نہیں کہ کب جماعت، کلاس میں تبدیل ہو گئی اور جو میرے ہم جماعت تھے وہ کب کلاس فیلو بن گئے۔

اول دوم سوم چہارم پنجم ششم ہفتم ہشتم نہم دہم جماعتیں ہوتی تھیں اور کمروں کے باہر لگی تختیوں پر اسی طرح لکھا ہوتا تھا۔ پھر کمروں سے کلاس روم بن گئے اور فرسٹ سے ٹینتھ کلاس کی نیم پلیٹس لگ گئیں۔ تفریح کی جگہ ریسسز اور بریک کے الفاظ استعمال ہونے لگے۔

گرمیوں کی چھٹیاں اور سردیوں کی چھٹیاں کی جگہ سمر ووکیشن اور ونٹر ووکیشن آ گئیں۔ چھٹیوں کا کام چھٹیوں کا کام نہ رہا بلکہ ہوم ورک ہو گیا۔ ہم نے یومِ آزادی کی بجائے ان ڈی پین ڈنس ڈے منانا شروع کر دیا۔ پہلے

پرچے شروع ہونے کی تاریخ آتی تھی اب پے پرز کی ڈیٹ شیٹ آنے لگی۔
شش ماہی اور سالانہ امتحانات کی جگہ مڈٹرم اور فائنل ایگزامز کی اصطلاح
آگئی۔ امتحانات کی جگہ ایگزامز ہونے لگے، اب طلباء امتحان دینے کے لیے
امتحانی مرکز نہیں جاتے بلکہ اسٹوڈنٹس ایگزام کے لیے ایگ زامی نے شن
ہال جاتے ہیں۔ قلم، دوات، سیاہی، تختی، گاچی، سلیٹ اور سلیٹی جیس اشیاء
گویا میوزیم میں رکھ دی گئیں ان کی جگہ کچی پنسل اور بال پین آ گئیں۔
کاپیاں گئیں، نوٹ بکس آ گئیں۔ نصاب کو کورس کہا جانے لگا اور اس کورس
کی ساری کتابیں بکس بن گئیں یوں بکس کے نام بھی تبدیل ہو گئے۔

ریاضی کو میتھ کہا جانے لگا۔ اسلامیات اسلامک سٹڈی بن گئی۔ انگریزی کی
کتاب انگلش بک بن گئی۔ اسی طرح طبیعیات فزکس، معاشیات اکنامکس اور
مطالعہ ہندو پاک، انڈیا پاکستان اسٹڈیز لکھی اور پڑھی جانے لگیں۔ پہلے طلبہ
پڑھائی کرتے تھے پھر اسٹوڈنٹس اسٹڈی کرنے لگے۔ پہاڑے یاد کرنے

والوں کی اولادیں ٹیبل یاد کرنے لگیں۔ اساتذہ کے لیے میز اور کرسیاں
لگانے والے ٹیچرز کے لیے ٹیبل اور چیئرز لگانے لگے۔ داخلوں کی بجائے
ایڈمشنز ہونے لگے۔ اول دوم سوم آنے والے طلبہ فرسٹ سیکنڈ تھرڈ
آنے والے اسٹوڈنٹ بن گئے۔ پہلے انعام ملا کرتے تھے پھر پرائز ملنے لگے۔
بچے تالیاں پیٹنے کی بجائے چیئرز کرنے لگے۔ یہ سب کچھ سرکاری اسکولوں
میں ہوا ہے۔ باقی رہے پرائیویٹ اسکول، ان کا تو پوچھیے ہی مت، ان
کاروباری مراکز کے لیے کچھ عرصہ پہلے ایک شعر کہا تھا۔

مکتب نہیں دکان ہے یہ خام مال کی مقصد جہاں پہ علم نہیں روزگار ہے

اور تعلیمی اداروں کا رونا ہی کیوں رویا جاے ہمارے گھروں میں بھی اردو کو
یتیم اولاد کی طرح ایک کونے میں ڈال دیا گیا ہے۔ زنان خانہ اور مردان
خانہ تو کب کے ختم ہو گئے۔ خواب گاہ کی البتہ موجودگی لازمی ہے تو اسے ہم
نے بیڈروم کا نام دے دیا۔ باروچی خانہ کچن بن گیا اور اس میں پڑے برتن

کراکری۔ غسل خانہ پہلے باتھ روم ہوا پھر ترقی کر کے واش روم بن گیا۔ مہمان خانہ یا بیٹھک کو اب ڈرائنگ روم کہتے ہوئے فخر محسوس کیا جاتا ہے۔ پہلی منزل کو گراؤنڈ فلور کا نام دے دیا گیا اور دوسری منزل کو فرسٹ فلور، دروازہ ڈور کہلایا جانے لگا اور پہلے گھنٹی بجتی تھی اب بیل بجنے لگی۔ کمرے روم بن گئے، کپڑے الماری کی بجائے کیبنٹ میں رکھے جانے لگے۔ ابو جی جیسا پیار اور ادب سے بھرپور تخاطب دقیانوسی لگنے لگا اور ہر طرف پاپا، پاپا کی گردان لگ گئی، حالاں کہ ہم تم پاپے کو کھایا کرتے تھے۔ اسی طرح شہد کی کی طرح میٹھا لفظ امی جی، ممی میں تبدیل ہو گیا۔ سب سے زیادہ نقصان رشتوں کی پہچان کا ہوا۔ چچا چچی، تایا تائی، ماموں ممانی، پھوپھا پھوپھی، خالو خالہ علی ہذا القیاس سب کے سب ایک غیر ادبی اور بے احترام سے لفظ انکل اور آنٹی میں تبدیل ہو گئے۔ بچوں کے لیے ریڑھی والے سے لے کر سگے

رشتہ دار تک سب انکل بن گئے یعنی محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔

ساری عورتیں آنٹیاں، چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد بہنیں و بھائی سب کے سب کزن میں تبدیل ہو گئے نہ رشتے کی پہچان رہی اور نہ ہی جنس کی۔ بس ایک کام کرنے والی پہلے بھی ماسی تھی اب بھی ماسی ہے۔ گھر اور اسکول میں اتنی زیادہ تبدیلیوں کے بعد بازار انگریزی کی زد سے کیسے محفوظ رہتا۔ دکانیں شاپس میں تبدیل ہو گئیں اور ان پر گاہکوں کی بجائے کسٹمرز آنے لگے آخر کیوں نہ ہوتا کہ دکان دار بھی تو سیلز مین بن گئے جس کی وجہ سے لوگوں نے خریداری چھوڑ دی اور شاپنگ کرنے لگے۔ سڑکیں روڈ بن گئیں ۔ کپڑے کا بازار

کلاتھ مارکیٹ بن گئی یعنی "اس نے کس ڈھب سے مذکر کو مونث باندھا" کرائے کی دکان نے جنرل اسٹور کا روپ دھار لیا اور نائی نے باربر بن کر حمام

بند کر دیا اور ہیئر کٹنگ سیلون کھول لیا۔ ایسے ماحول میں دفاتر بھلا کہاں بچتے ۔ پہلے ہمارا دفتر ہوتا تھا جہاں مہینے کے مہینے کے تن خواہ ملا کرتی تھی اب آفس بن گیا اور منتھ ٹو منتھ سیلری ملنے لگی۔ جو صاحب تھے وہ باس بن گئے ۔ بابو کلرک اور چپر اسی پیون۔ پہلے دفتر کے نظام الاوقات لکھے ہوتے تھے اب آفس ٹائمنگ کا بورڈ لگ گیا۔ آوے کا آڈا کچھ یوں بگڑا کہ ہمارے صدر کو پریزیڈنٹ کہا جانے لگا۔ پہلے وزیر اعظم کرسی سے اتارے جاتے تھے اب پرائم منسٹر کو کرسی سے اتارا جانے گا۔

وزیر اعلی چیف منسٹر بن گئے۔ وفاقی حکومت کو فیڈرل یا سینٹرل گورنمنٹ کہا جانے لگا اور صوبائی کو اسٹیٹ۔ سود جیسے قبیح فعل کو انٹرسٹ کہا جانے لگا ۔ طوائفیں آرٹسٹ بن گئیں اور محبت کو ''لَو'' کا نام دے کر محبت کی ساری چاشنی اور تقدس ہی چھین لیا گیا۔ محبوب بوائے فرینڈ اور محبوبہ گرل فرینڈ بن گئی۔ صحافی رپورٹر بن گئے اور خبروں کی جگہ ہم نیوز سننے لگے۔ کس کس

کا اور کہاں کہاں کارونا رویا جاے۔ اردو زبان کے زوال میں حکومت سے
لے کر ایک عام آدمی تک نے اپنا بھرپور حصہ ڈالا اور دکھ تو اس بات کا ہے
کہ ہمیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوا کہ ہم نے اپنی خوب صورت زبان
اردو کا حلیہ مغرب سے مرعوب ہو کر کیسے بگاڑ لیا۔ وہ الفاظ جو اردو زبان میں
پہلے سے موجود ہیں اور مستعمل بھی ہیں ان کو چھوڑ کر انگریزی زبان کے
الفاظ کو استعمال کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

دسویں تحریر: *

تلخ حقیقت، گرلز پلیز غصہ نہیں کرنا۔۔۔ یہ پیغام میرا ان سب کے لئے ہے جو کسی کی ماں بہن ہے۔۔۔

جب عورت مرتی ہے تو اس کا جنازہ مرد اٹھاتا ہے۔ اس کی تدفین یہ ہی مرد
کرتے ہیں۔ جب پیدا ہوتی ہے تو یہ ہی مرد اس کے کان میں اذان دیتے ہیں

،اس کو باپ کے روپ میں سینے سے لگاتے ہیں، بھائی کے روپ میں تحفظ فراہم کرتے ہیں اور شوہر کے روپ میں محبت کرتے ہیں اور بیٹے کے روپ میں اپنے لئے اس کے قدموں میں جنت تلاش کرتے ہیں۔ واقعی بہت ہوس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کی ہوس اتنی کہ ماں حاجرہ کی سنّت کی پے رَوی کرتے ہیں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ اسی عورت کے لئے سندھ فتح کرتے ہیں اور اسی کی حفاظت کے لئے اندلس فتح کرتے ہیں۔ مقتولین میں سے 80 فیصد عورتوں کی عصمت کی حفاظت میں قتل ہو کر موت کی نیند سو جاتے ہیں۔ واقعی سچ کہا آپ نے ہوس کے پجاری ہیں۔ وہ چار روپ میں ماں، بہن، بیٹی، بیوی کی حفاظت کرتا ہے لیکن جب کوئی عورت اس کے سامنے بے پردہ آتی ہے، اپنے جسم کی خوب صورتی سے متاثر کرنے کی کوشش کرتی ہے تو پھر مرد مرد نہیں رہتا ہوس کا پجاری بن جاتا ہے۔

اگر گوشت کو کھلا رکھیں ڈھانپ کر نہ رکھیں تو کتے بلی تو آئیں گے ہی، اب قصور تو کتے بلوں کا ہی ہے کہ وہ گوشت چھوڑ کر گھاس کیوں نہیں کھاتے؟ واقعی قصور مرد کا ہی ہے کہ جب اس کی بہن، بیٹی، بہو، بیوی بے پردہ ہو کر دوسروں کے سامنے جاتی ہے تو اسے غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوے روکنا چاہئے، لیکن جب مرد روکتا ہے تو وہ تنگ نظر ہونے کے طعنے اور طرح طرح کی باتیں بھی سنتا ہے مگر آج کی آزاد خیال عورت چاہتی ہے کہ گوشت تو کھلا رہے لیکن ایسے کتوں بلوں پر پابندی لگادی جائے یا پھر ان کے مونھ سی دیئے جائیں۔۔۔

* رفیقِ اہلِ سنّت جناب سید رفیق شاہ مسلکِ حق کے فعال اور مستعد مخلص کارکن ہیں۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے اصل مجاہدین کو نمایاں کرنے کے لیے انھوں نے برسوں محنت کی۔ ہمارے حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کی سرپرستی اور رہ نمائی میں کچھ برس پہلے انھوں نے تحقیقی

تحریریں جمع کیں، ”1857ء اور ملت کے پاس بان“ کے عنوان سے وہ اپنی کاوش کو شائع کرنے میں کام یاب ہو گئے ہیں۔500 صفحات کی یہ کتاب اپنے موضوع پر ان شاء اللّٰہ تعالی حقائق کا حوالہ ثابت ہو گی۔

کراچی شہر میں یہ کتاب ضیاء القرآن پبلی کے شنز، اردو بازار اور جامع مسجد گُل زارِ حبیب کے اسٹال پر بھی دست یاب ہو گی۔

* گزشتہ برس سے یادگاری مجلے کی اشاعت کے بعد تاحال حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے بحمدہ تعالی تین مرتبہ حرمین شریفین کا سفر کیا اور زیارت و عمرہ کی سعادت حاصل کی۔

* حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کی کتاب ”خمینی، چند حقائق“ 30 برس سے اب تک انگریزی ہی میں طبع ہو رہی تھی۔ احباب کے اصرار پر اس کا اردو متن اِن ٹرنیٹ پر حضرت خطیبِ ملت کے نام سے بنائی گئی ویب سائٹ پر اَپ لوڈ کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت خطیبِ

ملت کی کتاب ''دیوبند سے بریلی (حقائق)'' کا عربی اور پشتو زبان میں ترجمہ بھی اس ویب سائٹ پر اَپ لوڈ کیا گیا ہے۔ اس سال حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کی شاہ کار کتاب ''سفید و سیاہ'' کا پشتو زبان میں ترجمہ اور دوسری کتاب ''مسئلہ امامت'' کا انگریزی میں ترجمہ اَپ لوڈ کیا گیا ہے۔ حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کی کتب ''راہِ حق'' اور ''انوارِ رسالت'' بھی تصحیح و تخریج کے بعد طبع کروائی گئی ہیں اور ان کی دنیا بھر میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب ''نماز مترجم'' بھی تصحیح کے بعد شائع کروائی گئی ہے۔ ویب سائٹ کا ایڈریس یہ ہے :

http://www.kaukabnooraniokarvi.com

* ماہِ صیام، یومِ عرفہ، ماہِ محرم اور ماہِ ربیع الاول میں ٹی وی وَن، ہم ٹی وی، بول ٹی وی چینلز سے حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے متعدد پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوئے اور بحمد اللہ تعالیٰ بہت پسند کیے گیے۔ کئی ٹی

وی چینلز نے حضرت خطیبِ ملت کی رکارڈنگز دوبارہ ٹیلے کاسٹ کیں۔

بول ٹی وی چینل میں جناب ڈاکٹر عامر لیاقت نے ماہِ صیام کی خصوصی نشریات کا اہتمام کیا۔ خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے افطار کی نشریات میں روزانہ شرکت کی اور مسلکِ حق کی نمائندگی کا حق ادا کیا۔ ان کی گفتگو کو بحمدہ تعالی بہت پذیرائی ملی۔

یکم رمضان المبارک سے 29 رمضان المبارک تک افطاری اور سحری نشریات میں ٹی وی وَن اور نیوز وَن ٹی وی چینلز سے حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے ماہِ رمضان ٹرانس میشن میں روزانہ پروگرام پیش کیے گیے۔ افطاری میں جناب ڈاکٹر شاہد مسعود اور سحری میں شبیر ابو طالب میزبان تھے۔

گزشتہ برس جیو ٹی وی سے ماہِ ربیع الاول میں ”تحفہ دُرود و سلام“ کے عنوان سے بارہ پروگرام نشر ہوے، حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی

اوکاڑوی کی اس گفتگو کو عالمی پذیرائی ملی۔ ملک و بیرون ملک ناظرین کی بڑی تعداد نے اسے دیکھا اور سراہا۔ یہ تمام پروگرام اس ویب سائٹ پر اَپ لوڈ کر دیئے گئے ہیں۔

www.youtube.com/user/okarvispeeches

* پروفیسر شیخ عقیل احمد نے ہمارے قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ پر مقالہ لکھ کر کراچی یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا وہ مقالہ کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے۔ اپنی کچھ رُوداد اس حوالے سے انہوں نے تحریر کی ہے جو شامل کی جا رہی ہے۔ خطیبِ اہلِ سنّت مولانا سید حمزہ علی قادری اور نام وَر ثناء خواں الحاج سعید ہاشمی کی مختصر تحریریں بھی شامل کی گئی ہیں۔ جنوبی افریقا سے جناب سید غلام رسول نے اپنی انگریزی تحریر بھجوائی ہے۔ جناب سید اسلم غزالی نے 26 ویں سالانہ عرس شریف کے یادگاری مجلے کے لیے "باطل سوز شعلہ گفتار" کے عنوان سے جو تحریر

پیش کی تھی اس کا انگریزی ترجمہ اس مجلے میں ہم اپنے انگریزی قارئین کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

* گُل زارِ حبیب ٹرسٹ کے زیر اہتمام جامع مسجد گُل زارِ حبیب اور جامعہ اسلامیہ گُل زارِ حبیب زیر تعمیر ہیں۔ ماہِ صیام (1435 ہجری) میں نمازیوں کی سہولت کے لیے مسجد کے ہال اور خواتین گیلری کو ایر کنڈیشنڈ بنانے کا پروگرام بنا۔ ماہِ صیام میں نماز تراویح اور جمعہ کے اجتماعات کے لیے 42 ٹن سے زیادہ کے ٹاور ایر کنڈیشنڈ لگائے گئے اور ابتدا میں ایک ماہ کے لیے جنریٹر کرائے پر حاصل کیا گیا۔ گزشتہ برس (2016ء میں) 16 ٹن کے ایر کنڈیشنڈ ٹاورز مزید لگائے گئے۔ نمازیوں نے شدید گرمی کے موسم میں اس سہولت سے بہت آرام پایا اور خوش ہوئے۔ اس ارادے کی ابتدا کرتے ہوئے اخراجات کا جو تخمینہ لگایا گیا تھا اخراجات اس سے بہت زیادہ ہوئے، مسجد کے لیے 250 واٹ کی پی ایم ٹی لگوائی گئی لیکن ہر سال ماہِ صیام

میں جین رے ٹر کرائے پر لینا پڑتا ہے کیوں کہ کے الیکٹرک کا بلنگ نظام بھی عجیب ہے اوور بلنگ کی شکایت کے علاوہ ایک خاص مقدار سے زیادہ بجلی کے یونٹ استعمال کیے جائیں تو قیمت کا TARIFF ٹےرِف زیادہ کر دیا جاتا ہے اور کم استعمال پر بھی وہ ٹےرِف کم نہیں کیا جاتا۔

اسلامی جمہوریہ میں مساجد کے لیے بھی کوئی رعایت نہیں۔ اللّٰہ تعالی حکمرانوں اور ان اداروں کو ہدایت و توفیق دے کہ وہ نمازیوں اور مساجد کا کچھ خیال کریں۔ اس سال بجلی کے کنکشنز کے لیے جدید پینل بنوایا گیا اور 90 کے وی اے کا نیا جین ریٹر جناب سید شفقت علی سے لگوایا گیا۔ جناب حسیب چودھری سے مسجد کی کھڑکیوں پر سبز کھپریل کے چھجے لگوائے گئے ۔ تقریبات کے ہال کے ساتھ طہارت خانہ بنوایا گیا۔

* گزشتہ تین برس سے عرس شریف میں آنے والے اور اس وقت سے اب تک ہمارے قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کے مزار

شریف کی زیارت کرنے والے ہر شخص سے بفضلہ تعالی کلماتِ تحسین ہی سُنے گئے۔ خطیبِ ملت حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے اپنے والدین کریمین کے مزار شریف کی تعمیر و تکمیل اور تزئین و آرائش میں اپنی محبت و عقیدت کا خوب خوب مظاہرہ کیا ہے۔ مزار شریف کی عمارت کے اطراف لوہے کی خوش نما جالی بھی لگادی گئی ہے۔

مزار شریف کے تعویذ کا کام ماربل مارکیٹ کے جناب محمد الیاس کی معرفت جناب ذوالفقار علی کو نومبر 2013ء میں دیا گیا تھا، انہوں نے ازخود پانچ ماہ میں تکمیل کا وعدہ کیا تھا لیکن طرح طرح کی مشکلات کا عذر کرکے انہوں نے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزار دیا اور کام پورا نہیں کیا۔ توقع ہے کہ اب کسی ماہر کی خدمات حاصل کرکے یہ کام بھی جلد پورا ہو جائے گا۔

* بریلی شریف سے حضرت صاحب زادہ تسلیم رضا خاں اپنے بزرگ حضرت الحاج پیر شوکت حسن خاں نوری علیہ الرحمہ کے چہلم میں شرکت

کے لیے کراچی آئے تو جامع مسجد گُل زارِ حبیب بھی تشریف لائے، حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کی اور خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی سے ملاقات کی اور اپنے فرزند دل بند کی کتاب خطیبِ ملت کو پیش کی۔ امریکا سے الحاج غلام فاروق رحمانی، جناب محمد شفیق مہر، برطانیا سے الحاج شیخ محمد سرور، بیرسٹر ذی شان نعیم، سید اجمل نسیم اور متحدہ عرب امارات سے سید قمر نسیم بھی خطیبِ ملت سے ملاقات کے لیے آئے۔

* ہمارے قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ نے کراچی آمد کے بعد اجتماعاتِ جمعہ میں تفسیر قرآن کا بیان شروع فرمایا تھا، بفضلہ تعالی 28 برسوں میں انہوں نے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات تک مسلسل تفسیرِ قرآن بیان فرمائی۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے سورۂ توبہ سے اب تک 34 برس میں سورۃ النور تک کی مسلسل

تفسیر بیان کی ہے اور اب سورۃ الفرقان پارہ 19 کی تفسیر کا بیان جاری ہے۔
اللّٰہ تعالٰی انہیں اپنی خاص رحمتوں برکتوں سے نوازے اور وہ پورے قرآن
شریف کی تفسیر بیان فرمائیں۔

ہے۔ احتیاط کا یہی تقاضا ہے کہ ایسے تمام دوست اپنے بنائے ہوئے فین پیج
ختم کر دیں تاکہ کسی غلط فہمی کی گنجائش ہی نہ رہے۔

* ہمارے قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کی رہائش گاہ کے
لیے شارع فیصل سے آمد و رفت کا راستہ بند کیے دَس برس ہو رہے ہیں،
ہمیں نہیں معلوم کہ متبادل معقول راستہ دیے بغیر ایک بڑی آبادی کا راستہ
بند کر دینا کون سا قانونی، اخلاقی، انصاف اور کون سا "ترقیاتی کام" ہے؟
بارش اور وی آئی پی موومنٹ میں اس علاقے کے مکینوں کے لیے شارع
فیصل کے آر پار جانے کی کوئی راہ نہیں رہ جاتی۔ سندھی مسلم سوسائٹی کا

چوراہا بند کرنے والوں نے اس علاقے کے لوگوں کے لیے مسلسل آزار کا جو سامان کیا ہے اس کا "نوٹس" لینے والا کوئی نہیں۔ ہزاروں لوگوں کے راستے بند کر کے سگنل فری کوریڈور بنانے والے کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ جانے کتنے لوگوں کی حق تلفی کے مجرم ٹھہرتے ہیں اور ان کے لیے مسلسل اذیت کا سامان کرتے ہیں۔

* ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر بارہ ربیع النور کو جامع مسجد گُلزارِ حبیب میں افطاری کا اہتمام بھی احباب کی طرف سے کیا جاتا ہے جس میں ہزاروں افراد شرکت کرتے ہیں۔ کراچی کے مخدوش حالات کے پیشِ نظر مسجد کے اندر اور اطراف سیکیورٹی کیمرے بھی لگائے گئے ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ مسجد میں آنے والے نمازیوں کو ہر طرح سہولت اور آسانی رہے۔ مسجد کے اطراف کی دیوار کا ایک حصہ بفضلہ تعالی مسجد نبوی شریف کے نقشے کے مطابق بنالیا گیا ہے، ان شاء اللّٰہ باقی حصے کی تعمیر کا کام

بھی جلد مکمل کیا جاے گا۔ مسجد کے مینار کی تعمیر بھی ابھی نا مکمل ہے۔ آپ سے استدعا ہے کہ تعمیر میں تعاون فرمائیں اور دعا بھی فرمائیں کہ جلد یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

جامع مسجد گُل زارِ حبیب میں خواتین کے لئے ”مجلسِ خواتین گُل زارِ * حبیب“ کی کارکردگی بھی قابلِ ستائش ہے۔ خواتین میں دین سے آگہی اور زندگی میں نیکی سے وابستگی کا شوق بڑھانے کے لیے مجلسِ خواتین نے گزشتہ برسوں میں نمایاں کام کیا ہے۔ ہر ماہ چاند کی 2 اور 21 تاریخ کو ظہر اور عصر کے درمیان حلقۂ دُرود شریف کا تسلسل گزشتہ کئی برس سے اس مجلس کے زیر اہتمام جاری ہے۔ دو گھنٹے کی اس نشست میں حضورِ اکرم ﷺ کے مبارک نام کے عدد کی مناسبت سے 92 منٹ دُرود شریف کا وِرد ہوتا ہے اور ضروری عقائد اور مسائل سے آگاہ کرنے کے لیے مختصر درس لازمی رکھا گیا ہے۔ دُرود شریف کا وِرد اور اجتماعی دُعا مسائل و مشکلات کے حل میں

بحمدہ تعالیٰ اکسیر ثابت ہوئی اور سیکڑوں خواتین فیض یاب ہوئیں۔ سال بھر درسِ قرآن سُننے اور حلقۂ دُرود شریف میں شریک ہونے والی یہ خواتین اور کم سن بچیاں نعت خوانی اور تقریر کی تربیت بھی یہاں حاصل کرتی ہیں اور ہر سال سالانہ محفلِ میلاد شریف بھی منعقد کرتی ہیں۔ گزشتہ گیارہ برس سے حضرت ماں جی قبلہ رحمۃ اللّٰہ علیھا کا سالانہ عرس مبارک بھی اِسی محفل میں منایا جاتا ہے۔ اس سال بھی ہفتہ 16 دسمبر 2017ء کو سالانہ محفل و عرس شریف کا انعقاد ہوا۔ مجلسِ خواتین کی نگران محترمہ سیدہ باجی کے کلیدی خطاب کے علاوہ مجلسِ خواتین کی کارکنان اور ان کی ساتھیوں نے والہانہ عقیدت و احترام کے ساتھ نعت و مناقب پیش کیے، یہ تقریب پانچ گھنٹے جاری رہی۔ اس محفل میں کوئی مہمان خطیبہ یا نعت خوان مدعو نہیں کی جاتی بلکہ محلے ہی کی خواتین اور مستقل یہاں درس و حلقہ میں شامل ہونے

والی خواتین کو نمائندگی دی جاتی ہے اور ان کے دینی ایمانی جذبہ وشوق پر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

اللّٰہ تعالی کے فضل سے اس کی برکات ان سب کی زندگی میں ظاہر ہوئی ہیں اور ان سب میں نیکی بڑھی ہے۔یہی خواتین سال بھر میں قرآنِ کریم کی تلاوت اور دُرود شریف کے مسلسل وِرد کا ہدیہ شمار کر کے حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کے سالانہ عرس شریف میں ایصال ثواب کے لیے پیش کرتی ہیں۔ مجلسِ خواتین کی نگران اور ان کی تمام ساتھی خواتین کی یہ کاوشیں قابلِ تحسین ہیں۔اللّٰہ تعالی انہیں مسلکِ حق پر استقامت اور ان کی نیکیوں پر انہیں جزاے خیر عطا فرمائے۔

* مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی) نے دنیا بھر میں موجود اہلِ محبت و عقیدت کے لیے اِن ٹرنیٹ پر حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ اور خطیبِ ملت کی آڈیو، وڈیو تقاریر سُننے اور دیکھنے کے لیے "بلاگ (Blog)" بنا دیا

ٹائپ کیجئے اور گھر بیٹھے فیض یاب ہوں۔ "www.okarvi" ہے۔ لفظ

علاوہ ازیں فیس بک پر بھی فَین پیج بنائے گئے ہیں۔ چھ برس قبل امریکا میں

مقیم جناب سید منور علی شاہ بخاری نے Sunni speeches کے نام سے

ویب سائٹ بنائی اور علمائے اہلِ سنّت کی تقاریر کی رکارڈنگس اس میں جمع کی

ہیں۔

چار برس قبل okarvi speeches کے نام سے ایک اور ویب سائٹ

بنائی گئی ہے۔ اس ویب سائٹ پر صرف حضرت خطیبِ اعظم اور خطیبِ

ملت کی سیکڑوں تقاریر محفوظ کی جارہی ہیں۔

* قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس شریف کی

تقریبات میں اور ہر جمعۃ المبارک کو بھی جامع مسجد گُل زارِ حبیب میں

اجتماعی فاتحہ خوانی کا تمام اہلِ ایمان بالخصوص حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ

علیہ کے عقیدت مندوں اور وابستگان کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔

* گزشتہ برس سے تام دم تحریر متعدد شخصیات اور افراد اس جہانِ فانی سے رحلت کر گئے۔

ایڈوکیٹ صلاح الدین کھرل کی والدہ محترمہ (جڑاں والا)، الحاج مولانا ابو القاسم ضیائی کی والدہ محترمہ (کراچی)، سید حنین شاہ مدنی کے نانا محمد حنیف شیخ (کراچی)، محترمہ افشاں محمود (کراچی)، علامہ مفتی محمد ثمر میاں دہلوی (دہلی)، مولانا عبد الباری (ٹھٹھا، سندھ)، محترمہ خیر النساء ابراہیم کریم کی ہم شیرہ کلثوم (جنوبی افریقا)، عبد المجید علی بھائی خوش بو والے کی والدہ محترمہ (راول پنڈی)، جناب محمد بلال عطاری کی والدہ محترمہ (کراچی)جناب شمس الدین ضیائی کی والدہ محترمہ فاطمہ موسی جی (جنوبی افریقا)، حضرت صاحب زادہ سید جلال الدین گیلانی (گولڑا شریف)، جناب میاں عبد الرحمن (مصری شاہ، لاہور)، سیلانی فاؤنڈیشن کے مولانا محمد بشیر فاروق قادری کی والدہ محترمہ (کراچی)، جناب محمد ابراہیم قریشی (ہیوسٹن،

* مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی) نے فیس بک پر اکادمی کے علاوہ حضرت خطیبِ اعظم، خطیبِ ملت اور جامع مسجد گُل زارِ حبیب کے آفیشیل فین پیج بنائے ہوئے ہیں لیکن دیکھا گیا ہے کہ حضرت خطیبِ ملت کے نام پر کچھ لوگوں نے ازخود فین پیج بنا رکھے ہیں اور ان میں وہ اپنی مرضی سے تصاویر اور معلومات چڑھاتے رہتے ہیں۔ ان کی محبت و عقیدت پر شبہ نہیں لیکن ایسے دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ خیال رکھیں کہ ان کی کوئی نادانی کسی غلط فہمی، بدگمانی یا منفی تاثر کا باعث ہو سکتی ہے اور شخصیت یا کام کو نقصان پہنچا سکتی

امریکا)، جناب سید محمد بہروز سبز واری کی والدہ محترمہ (کراچی)، جناب سید شہزاد حسین کی والدہ محترمہ (کراچی)، مسجد نور حبیب کے لالہ ایوب (کراچی)، حلقہ رحمانی سے وابستہ الحاج صوفی محمد رحمت اللّٰد رحمانی (کراچی)، تاج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی کے فرزند جناب محمد اطیب کی

اہلیہ محترمہ (کراچی)، جناب الحاج موسیٰ وازر (جنوبی افریقا)، جناب
عبد الستار کی والدہ محترمہ (امریکا، ساہی وال)، خطیبِ شہیر مفتی محمد اقبال
چشتی کے برادرِ محترم (لاہور)، محترمہ تسنیم کے نانا جان (کڑیاں والا)، نعت
خواں جناب مرغوب ہمدانی کی ہم شیرہ محترمہ (لاہور)، الحاج محمد سلیمان
شاہ پوچی کی اہلیہ محترمہ (چارلس ٹاؤن، جنوبی افریقا)، شیخ الحدیث مولانا
حافظ محمد عالم کے فرزند جناب محمد رضا (سیال کوٹ)، پولیس انسپکٹر الحاج
غلام حسین (کراچی)، یادگارِ اسلاف مخدومِ اہلِ سنّت حضرت الحاج پیر
شوکت حسن خاں نوری (کراچی)، بی بی اللّٰہ والی سیدہ فریدہ فیروز عظیم (
کراچی)، محترمہ شہر بانو کے شوہر (جنوبی افریقا)، حضرت تاج العلماء کے
فرزند مولانا محمد طیب نعیمی (کراچی)، مشہور قانون داں سید شریف الدین
پیرزادہ (کراچی)، خطیبِ ملت کے ماموں زاد بھائی شیخ محمد یعقوب زاہد (
چشتیاں شریف)، خطیبِ ملت کے بہنوئی الحاج شیخ محمد افضل کے بہنوئی (

فیصل آباد)، صاحب زادہ محمد اویس صدیقی کی کم سن دختر (کراچی)، الحاج محمد اکبر نقش بندی کی اہلیہ اور وقاص مصطفی کی والدہ محترمہ (کراچی)، جناب الحاج شیخ فرخ جاوید (راول پنڈی)، حضرت شیخ القرآن کے برادرِ اصغر قاضی اسلم علی کی اہلیہ محترمہ (اوکاڑا)، حضرت مولانا محمد صدیق (سیال کوٹ)، جواں سال خطیب سید علی ذوالقرنین اور ان کے والدِ محترم (حافظ آباد)، الحاج شیخ کرم بخش کے داماد انعام (کراچی)، جناب الحاج میاں جاوید اقبال کے والدِ محترم میاں محمد اقبال (سیال کوٹ)، الحاج حافظ محمد اکرم نقش بندی (اوکاڑا)، حضرت صاحب زادہ پیر سید صمصام علی شاہ بخاری کی والدہ محترمہ (حضرت کرماں والا شریف)، الحاج شیخ محمد امین چوچلو کی دختر محترمہ رضیہ (لاہور)، حضرت مولانا سید عظمت علی شاہ ہمدانی کی اہلیہ محترمہ (کراچی)، جناب محمد اعجاز رومیرو کے والد محترم شیخ محمد رفیق (کراچی)، آرٹسٹ انعام راجا کی والدہ محترمہ (کراچی)، خطیبِ ملت کی والدہ محترمہ

کے چچازاد بھائی الحاج شیخ نور محمد حیدری کی اہلیہ محترمہ (چشتیاں شریف)، الحاج احمد الرحمن شہزادہ پیر (چھور شریف)، عاشقِ مدینہ الحاج شیخ نثار احمد (مدینہ منورہ)، الحاج عبد الحبیب عطاری کی والدہ محترمہ (کراچی)، نعت خواں محمد صادق رحمانی (کراچی)، حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے تلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی محمد امین (فیصل آباد)، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللّٰہ قصوری کی اہلیہ محترمہ (قصور)، الحاج یاسین ڈاڈا (کراچی)، خطیبِ ملت کی والدہ محترمہ کے خالہ زاد بھائی شیخ محمد ایوب (لاہور)، فاتح عیسائیت حضرت پیر منظور احمد شاہ کی اہلیہ محترمہ (ساہی وال)، جناب قاری نور محمد قادری (ملتان)، دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا کے ناظم اور حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے خادمِ خاص الحاج صوفی سردار محمد صاحب برکاتی (اوکاڑا)، جامع مسجد گُل زارِ حبیب کے پڑوسیوں میں محمد کامران عطاری، جناب عمر خطاب اور ان کی بیٹی، جناب امتیاز کی ہمشیرہ،

فیضان صاحب کی والدہ محترمہ، جناب زہیر کی ہمشیرہ، تنویر صاحب کے بھائی، جناب ارشد کے والدِ محترم، حاجی عبد الرحمن اور ان کی اہلیہ (کراچی)، قصابان مسجد کے جناب اکرم بھائی کے والدِ محترم (کراچی)، حضرت شیخ عبد الغفور (شیخوپورہ)، حضرت مولانا سید حمزہ علی قادری (کراچی)، الحاج خاور فرید مانیکا کی والدہ محترمہ (پاک پتن شریف)، سیدہ شہلا زیدی (امریکا)، شیخ عبد الرحمن نجار (مدینہ منورہ)، نیویارک کے جناب ڈاکٹر عبد الواحد کے سسر سید طیب علی (اسلام آباد)، جناب اکبر واڈا (کراچی)، جناب امان نسیم الحق فاروقی کی والدہ محترمہ (کراچی)۔۔۔ یہ سب قضائے الٰہی سے وصال فرما گئے۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان، آمین

ہم ایک مرتبہ پھر ان تمام اخبارات و جرائد اور ٹی وی چینلز کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے قبلۂ عالم حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر خصوصی مضامین اور عرس مبارک کی

تقریبات کی خبریں نمایاں شائع کیں۔ ان تمام حضرات وخواتین کے لیے
ہم خیر وبرکت کی دعا کرتے ہیں جنہوں نے مساجد، مدارس، مراکز،
اداروں، خانقاہوں اور گھروں میں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہمارے قبلۂ
عالم حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ اور حضرت ماں جی قبلہ رحمۃ اللّٰہ
علیہا کو خراجِ عقیدت ومحبت پیش کرتے ہوئے انہیں ایصالِ ثواب کیا۔ اللّٰہ
تعالیٰ عزّوجل سبھی کا ہدیہ قبول فرمائے اور ہمارے محسن ومربی حضرت
خطیبِ اعظم اور حضرت اماں جی علیہا الرحمہ کے درجات بلند فرمائے، آمین
مجلسِ خواتین گُل زارِ حبیب کی نگران اور ان کی معاون خواتین کا ہم خاص
طور پر شکریہ ادا کرتے ہیں کہ وہ سال بھر نہ صرف دینی آگہی اور حصولِ
برکات کے لیے محفلیں سجاتی ہیں بلکہ کلامِ الٰہی، دُرود شریف اور وظائف کا
کثرت سے وِرد کر کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر ایصالِ ثواب میں

نمایاں حصہ لیتی ہیں۔ اللّٰہ تعالی ان سب کو بے پناہ جزائے خیر عطا فرمائے،

آمین

اس مجلے میں ہم سال بھر میں رونما ہونے والے اہم واقعات اور دینی * مسلکی حوالے سے ضروری معاملات پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ تلخ و ترش باتیں بھی اصلاح و تعمیر کی غرض سے کرتے ہیں، کسی کی دل آزاری یا تضحیک و تحقیر سے ہمیں بحمدہ تعالی ہر گز کوئی علاقہ نہیں۔

ہم تک پہنچنے والی تحریروں میں سے بھی کچھ اس مجلے میں شامل کی جاتی ہیں۔ ہم سے اس تحریر میں کوئی خطا یا کسی طرح کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اس کے لئے ہم بہت معذرت خواہ ہیں۔ کوئی بات اگر نادرست لکھی گئی ہو تو اس کی معافی چاہتے ہیں۔ اپنی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے ہم آپ کی مفید تجاویز اور کامیابی کے لئے آپ سے تعاون اور دعاؤں کے درخواست گزار ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ عزّوجل ہم سب پر اپنا فضل وکرم فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اجمعین۔

محمد لیاقت خان قادری	محمد رضوان عباسی	شیخ محمد رفیق نقش بندی، اوکاڑا
صوفی غلام قادر قادری	الحاج سید اسد علی شاہ بخاری (پشاور)	شیخ خلیل احمد باسا مدرضا، پتوکی
مرزا محمد ارشاد مغل لاہور	حاجی جاوید معرفانی	محمد عثمان صدیقی، امریکا
اظہر اقبال کامران، نیوزی لینڈ	مولانا محمد اکبر نقش بندی	سید اشرف اشرفی، امریکا
حاجی محبوب الرحمن قادری، برطانیا	مطلوب الرحمن زاہد	حافظ سعید احمد مکی، برطانیا
شیخ محمد عرفان نقش بندی، برطانیا	صوفی اقبال احمد، برطانیا	مولانا شیراز منصور قادری، افریقا
صوفی محمد عرب، یو اے ای	شیخ محمد اشرف، پیر محل	مولانا قاری مظہر عباس، ہری پور
شاہد ایوب قریشی	محمد سلمان قریشی	صوفی میاں احمد لاہور
حاجی بڈے میاں قادری	صابر علی حقانی، امریکا	شیخ نیک محمد، شرق پور شریف
صوفی ابو محمد قادری	سید محمد ساجد وارثی	شیخ تنویر احمد، چشتیاں شریف
مولانا محمد آصف رمضان	مولانا غلام محمد صدیقی، اٹک	خواجہ محمد نعیم، سیال کوٹ
شیخ محمد عمر، راولپنڈی	محمد زبیر خان قادری، بھارت	میاں ارسلان اقبال، سیال کوٹ
عبد اللطیف قادری	حیدر علی قادری	ہاشم منصور قادری، جنوبی افریقا
محمد ابراہیم اسماعیل قادری، افریقا	حمید اللہ قادری	راجا عبد الحمید، آسٹریلیا
سید منور علی شاہ بخاری، امریکا	محمد الیاس، ہائی پوائنٹ	حافظ اللہ رکھا (امریکا)
زمرد تمکین	حاجی رحیم الدین قریشی	شیخ منظور احمد قادری لاہور
احمد رشید، جنوبی افریقا	حاجی محمد حسین میمن	شیخ محمد شفیق لاہور
سید محمد جنید قادری	محمد عثمان قلندری	پیر مقصود احمد سعید، رائے ونڈ
الحاج حنیف ہارون	شیخ خالد رشید نقش بندی، فیصل آباد	صوفی منظور احمد، وزیر آباد
سید نورانی حفیظ قادری	شبیر احمد قادری، مانسہرہ	محمد خلیل مغل، گوجرانوالا
محمد نواز، امریکا	محمد مصطفی (دکن، بھارت)	محمد افتخار حسن قادری، سعودی عرب
ملک محمد رمضان	غلام رسول قادری	محمد نادر خان قادری
شیخ فرید نثار، بھارت	غلام مصطفی رضوی، بھارت	شیخ عمر علی لاہور
عبد الواحد حسن	مولانا محمد عرفان قادری	ندیم ایاز
حاجی محمد انور (اوکاڑوی)	مولانا علاء الدین قادری	محمد عالم عباسی
محمد راشد خان قادری	محمد ارشد عباسی	اصغر علی
الحاج شیخ محمد افضل، فیصل آباد	محمد زبیر الدین	حافظ محمد ناصر قادری

محمد عارف قریشی، جاپان	محمد الطاف قریشی قادری	محمد نور رحمان قادری
حاجی عظیم حسین	محمد طفیل بابا	محمد فرقان خان لالی
جنید لیاقت	سید عماد حسین	سید شعیب حسین
سید ثاقب علی	حافظ محمد شفیق نورانی، ملتان	جنید رضا، بہاول پور
ہارون رشید، ابوظہبی	محمد سلیم ستی	عبدالغفار داؤد
سید اسحٰق عادل شاہ قادری	محمد پرویز اشرف (امریکا)	چوہدری محمد شفیق مہر (امریکا)
گل ریز قادری (بہاول پور)	عامر خان درانی (آسٹریلیا)	احسن عبدالرحمٰن
شیخ شکیل قادری	محمد ابرار قادری (سعودی عرب)	نسیم عطاری
سید اسلام شاہ (امریکا)	محمد فاضل (یو اے ای)	مجیب چانڈیو
رضوان ملک	محمد رفیع اللہ قریشی	احسان اللہ قریشی
وقاص مصطفیٰ قادری	کاشف ایوب قریشی	سید شاہ حسین راجا
شیخ محمد علی لیاقت (پاک پتن)	محمد الیاس حسین (امریکا)	ملک بابر اعوان قادری
الحاج چوہدری عبدالحمید، امریکا	محمد رفیع حسین	محمد زین قادری
عبدالرافع (ماتلی)	شیخ حمزہ ظفر (اوکاڑا)	محمد آصف خان

خادمین ومعاونین

مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی)

Email : maulanaokarviacademy@yahoo.com

آخر اختلاف کیوں؟

خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے تعاون سے مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی) نے ایک وڈیو کیسیٹ اور سی ڈی تیار کی ہے جسے امریکا، جنوبی افریکا، برطانیا اور دیگر متعدد ممالک میں بے پناہ پسند کیا گیا ہے اور اس سے ہزاروں افراد کے عقائد کی اصلاح ہوئی ہے۔ اس کیسیٹ اور سی ڈی کی اہمیت اور خوبی کا اندازہ آپ اسے دیکھ کر ہی کر سکیں گے، اس میں سُنّی بریلوی اور دیوبندی وہابی اختلاف کے وہ حقائق پیش کئے گئے ہیں جو آپ نے کسی حد تک شاید صرف پڑھے سُنے ہوں گے۔ اس اختلاف کے حقائق کو ناقابلِ تردید دستاویزی ثبوت کے ساتھ دیکھنے کے لئے یہ کیسیٹ اور سی ڈی ضرور حاصل کریں اور مسلکِ حق پر ثابت و قائم رہنے کے لئے اس کیسیٹ اور سی ڈی کو پھیلائیں، یہ کیسیٹ اور سی ڈی مکتبہ گُل زارِ حبیب میں دست یاب ہے۔ علاوہ ازیں علامہ اوکاڑوی کے اس مشہور ٹی وی

پروگرام کی کیسیٹ بھی دست یاب ہے جس میں انہوں نے مزاراتِ اولیاء کے بارے میں دیوبندی علماء کی کتب سے حوالے پیش کرتے ہوئے جناب احترام الحق تھانوی کی ہرزہ سرائی کا جواب دیا ہے۔

مِن جانب: مکتبہ گل زارِ حبیب (جامع مسجد گل زارِ حبیب)

گلستان اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ۔۔۔

ڈاکٹر عقیل احمد، لاہور

عید کا دن ہوتا تو صبح جلدی اٹھ جاتے اور کوشش یہ ہوتی کہ والد صاحب سے پہلے تیار ہو جائیں تاکہ والد صاحب کے ہمراہ عید کی نماز ادا کرنے جائیں ۔ایک دوبار تاخیر سے تیار ہونے پر والد صاحب گھر چھوڑ گئے تو سارا دن رونے ہی میں گزرا۔ پھر جب سنِ شعور میں قدم رکھا تو والد صاحب نے جمعہ کو بھی ساتھ لے جانا شروع کر دیا۔ ان کی کوشش یہی ہوتی کہ عید ہو یا جمعہ سب سے پہلے مسجد میں پہنچیں اور پہلی صف میں بیٹھ کر گفتار کی لذتوں کے ساتھ ساتھ دیدار سے بھی باصرہ نواز ہوں۔ بچپن کے دن تھے باتیں تو کچھ یاد نہ رہتی البتہ چہرہ دل و دماغ میں نقش ہوتا گیا۔ نام بھی بس اتنا ہی آتا تھا کہ ''اوکاڑوی صاحب'' نام والقاب، کردار و مقام کا ادراک جب ہوا جب ان کو گئے اِک زمانہ بیت گیا۔ زندگی معمول کے مطابق گزر رہی تھی۔ سکول ،کالج اور پھر ملازمت کے سلسلے۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ اوکاڑوی صاحب کی یادوں کے چراغ کبھی بجھنے نہ پائے۔

والد صاحب نجانے کیا ارادے رکھتے تھے روز ہی اوکاڑوی صاحب کی زندگی کے حوالے سے کوئی نہ کوئی واقعہ ازبر کرا دیتے۔ بظاہر تو وہ اپنے انداز سے کوئی واقعہ ہی سناتے لیکن ہر واقعہ سے اوکاڑوی صاحب کی شخصیت کا اِک نیا پہلو ہی سامنے آتا تو فکر کو کئی زاویے عطا ہوتے۔

بحر کی موجوں میں اضطراب تو بہت پیدا ہوتا لیکن کسی منزل کا تعین نہ ہوتا۔ معاشی آسودگی کے لیے مختلف کاموں میں ماہ وسال گزرتے رہے۔ B.A. کے بعد راقم اوکاڑا سے مستقل طور پر لاہور شفٹ ہو گیا۔ دو تین جگہ کام کیا لیکن کہیں بھی آسودگی نہ کی۔

والد صاحب سے مشاورت کی تو انہوں نے کہا بیٹا چھوڑو ان کاموں کو باقی بھائی یہ کرتے رہیں گے تم شعبہ دین سے وابستہ ہو جاؤ۔ 1999ء میں باقاعدہ جامعہ حنفیہ اشرف المدارس میں شعبہ دین سے وابستگی اختیار کی جہاں شیخ الحدیث مفتی احمد یار خاں رضوی کی توجہات اور محبتیں شاملِ حال رہیں۔

اِس دوران پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے پاس کیا۔ تحقیق کا شوق بیدار ہوا

توپہلے پنجاب یونیورسٹی میں کوشش کی لیکن وہاں ایک مخصوص فکر کے حامی

لوگوں کا شعبہ علوم اسلامیہ میں غلبہ ہونے کی وجہ سے کوئی پذیرائی نہ ملی۔

ادھر کراچی میں برادرِ عزیز الحاج شکیل احمد شیخ کی، حضرت علامہ کوکب

نورانی صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی تھی انہوں نے ایک بار فرمایا کہ آپ

کے بھائی میرے والد صاحب قبلہ یعنی خطیبِ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع

اوکاڑوی صاحب پر تحقیق کرلیں تو ایک اچھا کام ہوگا۔ ویسے بھی ان کے

پاس جو معلومات ہیں اور جو آپ کے والد گرامی صوفی شیخ محمد حنیف

نقشبندی اوکاڑوی کا حضرت اوکاڑوی صاحب سے جو تعلق ہے اس وجہ سے

تحقیقی کام میں آسانی ہوگی اور موضوع کے اعتبار سے جتنا مواد میرے پاس

ہے وہ میں بھی مہیا کرتا رہوں گا۔

حضرت کوکب نورانی کی اس خواہش کا بھائی صاحب کے ذریعے پتہ چلا تو ایک بار پھر پنجاب یونیورسٹی کا رخ کیا لیکن وہاں کے محققین شاید اپنے فکری نظام کی وجہ سے کسی سنی عالم دین پر تحقیق کروانے کے لیے تیار نظر نہ آئے ۔

اس دوران علامہ کوکب نورانی صاحب سے رابطہ بھی رہتا۔ بالآخر کراچی کا رخ کیا جہاں کوکب صاحب نے ڈاکٹر جلال الدین نوری سے راقم کے حوالے سے بات کی تھی جو ان دنوں کلیہ معارف اسلامیہ کے ڈین تھے ۔راقم پہلی بار ان سے 2006 میں جامعہ کراچی میں ملا۔

نوری صاحب نے مکمل تعاون کا یقین دلایا اور مشورہ دیا کہ تحقیقی خاکہ تیار کر کے داخلہ فارم کے ساتھ جمع کروادیں۔ راقم نے نوری صاحب کی ہدایات پر مکمل عمل کیا۔ نوری صاحب نے یہ بھی مشورہ دیا کہ آپ کام شروع کر کہ لیکن راقم باقاعدہ داخلہ سے قبل کام کرنے پر مطمئن نہ تھا۔

چند ماہ بعد انٹر ویو کال آئی۔ انٹر ویو لینے والے پینل میں نوری صاحب بھی شامل تھے۔ دیگر احباب جو شاید دوسرے مسالک کے تھے راقم کا موضوع ''مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی کی حیات و خدمات'' کا سن کر انہوں نے پھنسانے کی بہت کوشش کی۔

ادھر ادھر کے سوالات کر کے بڑا الجھاؤ بھی پیدا کیا۔ حالانکہ محققین ان سوچوں سے بالاتر ہوتے ہیں لیکن ہمارے ملک کی جامعات میں مسلکی تعصبات نے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ بقول نوری صاحب انٹر ویو کے بعد سب سے زیادہ مخالف اور اعتراضات راقم کے موضوع پر ہوئے لیکن نوری صاحب چونکہ شعبہ کے سربراہ تھے۔

انہوں نے بھرپور دفاع کیا اور داخلہ کروا کر ہی پیچھے ہٹے۔ راقم نے اپنا امور تحقیق کا سپروائزر بھی نوری صاحب کو ہی منتخب کیا۔ 2008ء میں فروری

میں ریسرچ کلاس شروع ہوئی جو تین ماہ پر مشتمل تھی۔ جس میں پچاس سے
زائد ریسرچ

اسکالرز تھے۔ اکثریت دوسرے مسالک کے لوگوں کی تھی۔ یہاں ڈاکٹر
ناصر الدین صدیقی صاحب لیکچر دیتے۔ لیکچر کا وقت کم ہوتا مگر تحقیق پر
بحث و مباحثہ بہت خوب ہوتا۔ ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی صاحب سے فکری
میلان تھا۔ لیکچرز کے علاوہ بھی نشست ہوتی رہتی۔ کلاس کے آخری دن
امتحان تھا بھرپور طریقے سے تیاری کر کے امتحان پاس کیا جس میں راقم کی
آٹھویں پوزیشن تھی۔ کل طلبہ جنہوں نے امتحان دیا تھا ان کی تعداد
54 تھی۔ کلاس کے دنوں میں راقم دن کے وقت یونیورسٹی جاتا اور شام کے
وقت اہلسنت کے ان سپوتوں سے ملتا جنہوں نے شہر کراچی میں خطیب
پاکستان کے ساتھ مل کر عشق رسول ﷺ کی بزمیں سجانے اور محبت رسول

ﷺ کے چراغ فروزاں کرنے میں نمایاں کردارادا کیا۔چند ایک نمایاں نام جو یاد آرہے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ حضرت علامہ سید سعادت علی قادری اللہ ان کو غریق رحمت کرے بڑی محبت فرماتے تھے علامہ اوکاڑوی کے حوالے سے موصوف نے اپنی یاد داشتیں تحریر کروائیں اور چند خطوط جو علامہ اوکاڑوی نے ان کو لکھے تھے وہ بھی دیئے۔

ساتھ ہی اپنی تالیف کردہ کتب بھی مرحمت فرمائیں۔ اپنی آخری ایام میں جب وہ لیاقت نیشنل ہسپتال میں تھے تو راقم ڈاکٹر ناصر الدین کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے بھی گیا۔ فرماتے تھے کہ مولانا اوکاڑوی کے حوالے سے چند مزید خطوط بھی موجود ہیں مگر وہ ہالینڈ میں ان کی لائبریری میں ہیں ان شاء اللہ وہ بھی جلد دوں گا۔

ہالینڈ کا اپنا فون نمبر بھی دیا کہ جب میں وہاں جاؤں تو یاد کروانا۔ لیکن اس کی نوبت پیش نہیں آئی۔ حضرت قادری صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اسی

طرح معروف محقق ڈاکٹر محمد مسعود احمد جن کو ماہر رضویات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ملاقات میں بڑی شفقت فرمائی۔ آغاز گفتگو ہی میں فرمانے لگے کہ مولانا اوکاڑوی طبعاً محقق تھے۔

انہوں نے بھی مولانا اوکاڑوی کے حوالے سے کچھ ریکارڈ دیا۔ ڈاکٹر مسعود احمد سے ملاقات کی تو ٹھیک ایک ہفتے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ راقم کو جنازے میں بھی شرکت کا موقع ملا۔ کراچی میں ایک اور سنی رہنما حضرت علامہ محمد حسن حقانی جو 1970ء کے عام انتخابات میں صوبائی اسمبلی کی نشست جیت کر ایم پی اے بھی رہے۔ ان سے بھی چند ملاقاتیں رہیں۔

موصوف اپنے وقت پیری اور علالت کے باوجود بڑے خوش مزاج انسان تھے۔ مولانا اوکاڑوی کے ساتھ علامہ حقانی کی اک زمانہ رفاقت رہی۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ جس دن علامہ کا وصال ہوا راقم کراچی میں تھا اور ان کے جنازے میں شریک ہوا۔ جس دن علامہ حقانی کا انتقال ہوا لاہور سے خبر ملی

کہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی خودکش حملے میں شہید ہوگئے ہیں۔ بڑے مفید مشورے دیا کرتے تھے، ہر ملاقات میں تحقیق کے حوالے سے نئے نئے احباب کا ذکر کرتے، اس کے علاوہ اپنی لائبریری کے حوالے سے فرماتے کہ جس کتاب کی ضرورت ہو لے جایا کرو، اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔

کراچی یونیورسٹی میں چار دن ریسرچ کی کلاس ہوتی تھی۔ ہفتے کے باقی دنوں کافی مرتبہ مولانا اوکاڑوی ہاؤس میں ان کی ذاتی لائبریری میں وقت گزرتا جہاں علامہ کوکب نورانی صاحب بھرپور تعاون فرماتے۔

علامہ کوکب نورانی بذات خود ایک عدیم الفرصت انسان ہیں لیکن اکثر راقم کے ساتھ مولانا اوکاڑوی کی شخصیت کے حوالے سے اور ریکارڈ ڈھونڈنے میں وقت گزرتا شب گزرنے کا احساس اس وقت ہوتا جب فجر کی اذانیں سماعتوں کے گوش گزار ہوتیں۔

راقم مولانا اوکاڑوی کی ذاتی ڈائریوں میں سے ان کی شخصیت کے مختلف پہلو تلاش کرتا تو اشکبار بھی ہوتا اور سوچتا کہ شاید ابا جان بچپن میں حضرت اوکاڑوی کے ہاں ہمیں اسی لیے لے کر جاتے تھے کہ ہم فکری پختگی کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں کا بھی ادراک حاصل کر سکیں ۔جب کبھی مولانا اوکاڑوی کی ہاتھ کی تحریر پر نظر پڑتی ان کا متبسم چہرہ بھی سامنے آجاتا تو ایک خاص کیفیت کا احساس ہوتا۔

شخصی حالات وواقعات جاننے کے لیے ایک ذریعہ خط بھی ہے۔راقم نے مولانا اکاڑوی کی شخصیت کے حوالے سے ایک سوالنامہ تیار کیا اور اس کے ساتھ ایک خط جو گذارش پر مبنی تھا جوابی لفافے کے ساتھ پاک وہند کی مختلف علمی وروحانی شخصیات اور بڑے بڑے اداروں کو ارسال کیا جس کی تعداد سو سے زائد تھی لیکن راقم کو ان میں سے صرف آٹھ یا دس کے

جواب موصول ہوئے۔ اس سے اہلسنت وجماعت کے امور تحقیق میں معاونت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

سنیوں کے رجحانات صرف دستارِ فضیلت کے جلسوں اور اعراس تک محدود نظر آتے ہیں۔ اِلا ماشاءاللہ حالانکہ جن اداروں اور خانقاہوں میں وہ بڑی شان سے براجمان ہیں ان میں ان اسلاف کی عرق ریزیاں شامل ہیں جن کی فکری توانائیوں اور کردار کی عظمتوں کو نہ صرف ملکی بلکہ عالمی سطح پر متعارف کروانے کی ضرورت ہے۔

ان معتبر ہستیوں کے جگر گوشے شاید اپنے گھر کے اصول بھی فراموش کر چکے ہیں اور ہمارے علمی، سماجی، سیاسی، تحقیقی زوال کا سبب ایک یہ بھی ہے ۔ بہر کیف ہر انسان اپنے مزاج کے مطابق کام کرتا ہے۔

ایک محقق معروضی حالات وواقعات بیان کرتا ہے کسی کی نیتوں کے بارے میں جاننا اس کا کام نہیں اور نہ ہی دین ہمیں بدگمانی کا حکم دیتا ہے۔

کراچی کے علاوہ اوکاڑہ، شرق پور شریف، پتوکی، حبیب آباد، فیصل آباد، ساہیوال، راولپنڈی، اسلام آباد، لاہور، گوجرانوالہ، متحدہ عرب امارات اور جنوبی افریقہ میں تلاش بسیار کے بعد اُن لوگوں سے ملاقات کی۔ جو علامہ اوکاڑوی کی شخصیت و خدمات کے حوالے سے معلومات رکھتے تھے

۔چند ایک سیاسی و مذہبی لوگوں نے انٹرویو دینے میں بھی بخل سے کام لیا۔ یونیورسٹی کارڈ بھی دکھایا لیکن شاید وہ سمجھتے تھے کہ یہ تحقیق نہیں "تفتیش" ہے جس سے ہماری کوئی بات یا راز نہ افشا ہو جائے۔

کوفت تو بہت ہوتی کہ یہی وہ ہمارے دینی و سیاسی رہنما ہیں جو دعوے تو بہت کرتے ہیں لیکن علمی و تحقیقی کام میں تعاون کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ تحقیقی سفر میں کچھ ایسے لوگ بھی دوست بن گئے جن سے ملکی و عالمی سطح پر ہونے والی شخصیات پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ ان میں ایک "بے رحم" محقق جناب جو فرانس سے (اسلام آباد IIU چیئر مین شعبہ تاریخ) ڈاکٹر مجیب احمد

کر کے آئے ہیں دنیا کے مختلف ممالک میں ہونے والی Post.Doc کانفرنسز میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔ مجیب صاحب کو کسی بھی معاملے یا مسئلے پر مائل کرنا تو آسان ہے لیکن قائل کرنا مشکل

ہے۔ اسی طرح ایک اور دوست جناب ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس ہیں جنھوں نے Post.Doc برطانیہ سے کی ہوئی ہے، بڑی مرنجاں مرنج شخصیت ہیں جلدی کسی معاملے پر اپنی رائے نہیں دیتے پہلے جی سی یونیورسٹی لاہور میں شعبہ علوم اسلامیہ کے چیئرمین تھے آج کل پر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں ہیں۔ چند ملاقاتیں جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز سے بھی رہیں، بڑے دھیمے انداز سے تنقید کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں تحقیق پر موصوف کی بڑی گہری نظر ہے۔

اسی طرح حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب سے بھی خوب رابطے رہے۔ موصوف بڑے حلیم الطبع ہیں اور دین و مسلک کے حوالے سے بڑی سنجیدہ سوچ رکھتے ہیں۔ 2009ء کے آخر میں راقم کے سپر وائزر جناب ڈاکٹر جلال الدین نور صاحب اپنے عہدے سے معطل ہو گئے تو یونیورسٹی انتظامیہ نے نوری صاحب کے ماتحت کام کرنے والے طلبہ کو ہدایت کی کہ وہ اپنا سپر وائزر تبدیل کر لیں۔ اس ضمن میں راقم ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب سے ملاقات ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب نے تعارف کے بعد موضوع کے بارے میں پوچھا۔ مولانا اوکاڑوی سنتے ہی بہت خوش ہوئے، بڑی محبت و اخلاص سے ریسرچ ورک کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں معاونت کی حامی بھر لی۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب ساتھ کام کرتے محسوس ہی نہیں ہوا کہ ان سے شناسائی نئی ہے۔

2010ء میں متحدہ عرب کا دس روزہ دورہ کیا وہاں چند لوگ ابھی تک موجود

ہیں جنہوں نے مولانا اوکاڑوی کے اجتماعات میں وہاں شرکت کی تھی تین دہائیاں گزر جانے کے بعد بھی وہ مولانا کو یاد کرتے ہوئے اشک بار ہو جاتے ہیں اور مولانا کی دین وملت سے وابستگی، فکر و نظر کی پختگی اور استقامت علی الحق کے تذکرے بڑی محبت سے کرتے ہیں۔

راقم کو دبئ، ابو ظھبی، شارجہ، فجیرہ میں اظہار خیال کے خوب مواقع ملے ۔متحدہ عرب امارات کے حوالے سے راقم کا سفر نامہ ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور (ضلع اوکاڑہ) اور ماہنامہ معارف رضا کراچی میں شائع ہو چکا ہے۔

2011ء میں قومی امام احمد رضا کانفرنس میں راقم نے مقالہ پیش کیا جس کا عنوان تھا ’’خلفائے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ‘‘۔یہ مقالہ بھی ماہنامہ معارف رضا کراچی اور راقم کی کتاب ’’افکار کی کرنیں ‘‘میں شائع ہو چکا ہے۔

اپنے تحقیق اسفار میں راقم نے اس بات شدت سے محسوس کیا یونیورسٹیز میں ہمارے لوگ اس تعداد میں نہیں پہنچتے جس تعداد میں وہ ہونے چاہئیں۔ شاید اس کی وجہ مناسب رہنمائی ووسائل کا فقدان ہے اور جو چند ایک ہمارے محققین تعلیمی اداروں میں موجود ہیں ان کی بھی سیاسی وسماجی طور پر سرپرستی کرنے والا نہیں۔ خواہش تھی کہ اہلسنت وجماعت کا بھی کوئی تحقیقی فورم ہو جو خالصتاً تحقیقی فکر کو فروغ دے۔

سنی اداروں، تنظیموں، خانقاہوں اور سنی ارباب اختیار کو اس حوالے سے بیدار کرے۔ راقم نے اس کے لیے ایک خاکہ تیار کیا اور چند سینئر دوستوں کے سامنے رکھا۔ انہوں نے پسند کیا اور بحمد ربی اس خاکسار نے دس سے بارہ دوستوں کے تعاون سے اسلامک ریسرچ کونسل پاکستان کی بنیاد رکھی۔ اس فورم نے مختصر مدت میں لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ اور کراچی میں نہ صرف تحقیق کے حوالے سے سیمینارز منعقد کیے بلکہ کراچی یونیورسٹی اور

گفٹ یونیوسٹی گوجرانوالہ میں قومی کانفرنسز کا انعقاد بھی کیا۔ کونسل کے حوالے سے جہاں جہاں بھی خبر پہنچی نئے نئے محققین ساتھ ملتے رہے۔ کونسل کے سیمینارز اور کانفرنسز میں ممتاز علماو محققین تشریف لاتے رہتے ہیں۔

فروری۔مارچ 2013 میں راقم کو جنوبی افریقہ جانے کا موقع ملا اس ضمن میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کی خصوصی عنایتیں ہر لمحہ شامل حال رہیں۔ راقم دارالعلوم پری ٹوریا میں ٹھہرا وہاں کے روح رواں حضرت مفتی اعظم افریقہ، مفتی محمد اکبر ہزاروی اور جناب محمد اسماعیل ہزاروی بڑے ہی انسان دوست، علم پرور اور باعمل مسلمان ہیں۔ افریقہ میں اہلسنت کے آج جتنے بھی مساجد اور دینی ادارے ہیں اُن میں اکثریت کے بلاواسطہ یا بالواسطہ مہتمم حضرات حضرت مولانا اوکاڑوی کے تربیت یافتہ ہیں۔ دیگر علماء کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حضرت اوکاڑوی

صاحب کے خطبات و تصانیف کی آج بھی افریقہ میں دھوم ہے۔ صرف دارالعلوم پریٹوریا کے روح رواں حضرت مفتی اکبر ہزاروی اور محمد اسماعیل ہزاروی کے زیر انتظام چلنے والے اداروں کی تعداد جنوبی افریقہ اور دیگر افریقی ممالک میں پچاس سے زائد ہے۔

خود مفتی اکبر ہزاروی صاحب کا کہنا ہے کہ وہ پہلی بار یہاں 1986۔1987 میں آئے تو انہوں نے ایک کمرے سے ادارے کا آغاز کیا پھر بعد اکثریت اُن لوگوں کی ساتھ مل گئی جن کو مولانا اوکاڑوی کے خطبات کی وجہ سے فکری رسوخ حاصل ہوا تھا اور مولانا کے مریدین میں سے تھے۔ انہوں نے ہر طرح سے جناب ہزاروی صاحب سے تعاون کیا۔ اس طرح افریقہ میں مولانا اوکاڑی نے اسلامی اداروں کے قیام کے فوائد و اثرات کے حوالے سے جو فکر راسخ کی اُس کا نتیجہ وہاں مسلم اداروں کا قیام ہے اور گزشتہ تین دہائیوں سے حضرت خطیب ملت مولانا کوکب نورانی

صاحب نے مسلسل نہ صرف جنوبی افریقہ بلکہ دیگر افریقی ممالک میں اپنے دوروں میں خصوصی طور پر ان اداروں کی وسعت، استحکام اور علمی و دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے اپنے والد گرامی کی طرح بھرپور کرادا کیا ہے بالخصوص وہاں کے مشہور شہر لوڈیم میں دارالعلوم پریٹوریا کی جامع مسجد سیدنا غوث اعظم کی تعمیر و آرائش حضرت خطیب ملت کے ذوق جمال کا مظہر جمیل ہے۔ جنوبی افریقہ میں ڈربن، لوڈیم، برٹس، لینزیا اور دیگر مقامات جانے کا موقع ملا۔ اپنے دس روزہ قیام میں راقم کو چند مقامات میں اظہار خیال کے بھی بھرپور مواقع ملے۔ دعوت و تبلیغ ایک عالم دین کا بنیادی فریضہ ہے اُس کا کام پیغام حق کا ابلاغ ہے۔

اُس کا کتنا اثر ہوتا ہے اُس کے منہج دعوت و تبلیغ کو کتنی مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ سب اللہ کریم کا محض فضل ہوتا ہے۔ پاکستان کے علاوہ بیرونی دنیا میں مولانا اوکاڑوی کے دعوت و تبلیغ کے نہ صرف وسیع پیمانے پر اثرات

مرتب ہوئے بلکہ اُس کو مقبولیت حاصل ہونا مولانا اوکاڑوی کے بارگاہ

ربوبیت میں مقبول ہونے کی دلیل نظر آتی ہے اور مولانا اوکاڑوی کا وہ

" معروف جملہ

میری عزت محراب و منبر سے ہے"۔ اُس حقیقت کا عکاس ہے کہ دائمی و

حقیقی عزت اُنہی کا مقدر بنتی ہے جو منبر رسول ﷺ کی عزت و حرمت کا

لحاظ رکھتے ہیں اور سماجی عہدہ، مال واسباب کی فروانی اور چاہنے والوں کی

کثرت کے باوجود صرف نسبت رسول ﷺ کو ہی اپنے لئے باعث صد

افتخار سمجھتے ہیں۔ یہی نسبت حضرت اوکاڑوی صاحب کی زندگی کا نصب

العین اور اُن کا سب سے معتبر حوالہ رہی۔

ء کو مولانا اوکاڑوی کے عرس کے حوالے سے جیو ٹی وی میں 2013

خصوصی نشست ہوئی۔ جس کے میزبان معروف اینکر جناب جنید اقبال

تھے۔ علامہ کوکب نورانی صاحب اور راقم نے مولانا اوکاڑوی کے حوالے

کاPh.D سے اظہار کیا۔ مئی 2014ء میں کراچی یونیورسٹی کی طرف سے نوٹیفکیشن جاری ہوا۔ ماہ رمضان میں ایکسپریس ٹی وی نے 27رمضان المبارک کو علامہ کوکب نورانی صاحب کے ساتھ راقم کو بھی مدعو کیا اور معمول کی نشریات سے ہٹ کر مولانا اوکاڑوی کے حوالے سے خصوصی گفتگو ہوئی۔ 2015ء کو معروف ٹی وی چینل 92نیوز منصہ شہود پر آیا۔

اس کے مقبول عام پروگرام صبح نور میں شرکت کا اکثر موقع ملتا رہتا ہے۔ اس کے ایک خاص پروگرام میں 2015ء میں حضرت میاں شیر محمد شرق پوری کے حوالے سے خصوصی پروگرام میں راقم کے علاوہ حضرت صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد شرقپوری تھے۔ اس نشست میں بھی حضرت میاں صاحب کے علاوہ مولانا اوکاڑوی کا بھی خوب ذکر رہا۔

اِسی طرح 2017ء میں مولانا اوکاڑوی کے عرس کے موقع پر 92نیوز TV نے آپ کے حوالے سے سپیشل نشست رکھی۔ جس میں مولانا

اوکاڑوی پر راقم کے علاوہ کراچی سے ممتاز محقق جناب ڈاکٹر نور احمد شاہ تاز نے خوب اظہار خیال فرمایا۔ 2017 میں مولانا اوکاڑوی پر تحریر کیا گیا تحقیقی مقالہ کتابی صورت میں پروگریسو بکس لاہور نے شائع کر دیا ہے۔

من آنم کے من دانم کے مصداق راقم اپنی حیثیت سے بخوبی آگاہ ہے کبھی سوچا نہ تھا کہ نسبتوں کے فیض اتنے طویل اور پر اثر ہوں گے۔ تحقیق کے ہر سفر میں اباجان کی یادیں بھی ہمراہ رہیں۔ ایسے محسوس ہوتا جیسے کہہ رہے ہوں کہ بیٹا ہماری منزل یہی ہے رفاقتوں کی کمی تو بہت محسوس ہوتی کہ اب اور کون اللہ والوں کے ذکر سے فکر و قلب کو مسرور کرے گا لیکن یہ سوچ کر دل کو تسلی ہوتی کہ رفاقت کے لیے وجود کا ہونا ضروری تو نہیں یادیں بھی تو رفاقتیں ہی ہوتی ہیں۔ مولانا اوکاڑوی کے حوالے سے مقالہ مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن راقم سمجھتا ہے کہ مولانا کی شخصیت کے چند پہلو ایسے ہیں جن پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے ان میں مولانا کے اسفار اور ان کے اثرات،

مولانا کے خطبات اور مولانا کی تحریک پر مساجد و مدارس کا قیام راقم نے اپنے مقالے میں ان پہلووں پر جتنا کچھ لکھا گیا ہے وہ تحقیقی خاکہ کے مطابق لکھا گیا ہے۔

ان پہلوں پر مزید تحقیق کے لیے وہ طلبہ میدان میں آئیں جو اپنے ان اکابرین و اسلاف کے کارناموں کو معاشرے کے سامنے پیش کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں جنہوں نے ہر سطح پر ان کے عقائد کا تحفظ کیا ہے۔ ملکی جامعات میں شخصی حوالے سے کام گو کہ ایک مشکل امر ہے اور اس میں ذاتی پسند و ناپسند کا پہلو بہت نمایاں ہوتا ہے لیکن اگر جذبوں میں صداقت ہو اور تحقیقی خاکہ میں پختگی ہو تو مشکل کو ممکن بنتے دیر نہیں لگتی۔

مولانا اوکاڑوی پر کام تکمیل کے بعد آج فکری و قلبی طور پر راحت کا احساس ہوتا ہے لیکن خوشی کے ساتھ ساتھ ملال بھی ہوتا ہے کہ نسبتوں کا حق کیا

اتنا ہی ہے؟ اور پھر نسبتیں بھی وہ جو اجالوں کے سفر میں منزل کی نوید ہوں

۔ اللہ ہماری نسبتوں کو قائم رکھے۔ (آمین)۔

***

ان شاء اللّٰہ تعالی، حضرت خطیبِ اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کا 36 واں سالانہ

مرکزی دوروزہ عرس مبارک جمعرات، جمعہ 29-28 مارچ 2019ء اور

36 واں سالانہ عالمی یومِ خطیبِ اعظم

جمعہ، 29 مارچ 2019ء کو منایا جائے گا۔

خطیبِ اہلِ سنّت حضرت مولانا سید حمزہ علی قادری نے گزشتہ برس عرس شریف کی محفل میں دورانِ خطاب جو فرمایا، ان سے یہ بیان قلم بند کرنے کی فرمائش کی گئی۔ (ان کی آواز میں اس کی رکارڈنگ بھی محفوظ ہے)۔

اللّٰہ والے، اہلِ نظر ہوتے ہیں، صاحبانِ کشف و بصیرت ہوتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے کہ ان کی سمع و بصر مَیں ہو جاتا ہوں۔ اللّٰہ تعالیٰ جس سے محبت فرماتا ہے، آسمان اور زمین والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت قبلہ کشمیری بابا (سیدنا غلام سرور) رحمۃ اللّٰہ علیہ کی کشف و کرامات سے ان کے محبین، مصاحبین واقف ہیں، ان کے زائرین کی نگاہوں میں ان کا نورانی وجیہ چہرہ آج بھی سمایا ہوا ہے بلاشبہ وہ ولی اللّٰہ تھے اور اللّٰہ والوں کی شان کا کیا کہنا۔

اہلِ سنّت کے تاج دار خطیبِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ سے حضرت کشمیری بابا کو والہانہ محبت تھی۔ ولی را ولی می شناسد ۔ بہت عمدہ الفاظ میں وہ حضرت خطیبِ اعظم کی مقبولیت کی باتیں فرمایا کرتے۔ اہلِ نظر تھے، صاحبِ کشف تھے، دیکھتے ہوں گے۔ بارگاہِ رسولِ مقبول میں مقبولیت ہو تو خلقِ خدا بھی گرویدہ ہوتی ہے۔

حضرت خطیبِ اعظم کا وصال ہوا تو حضرت کشمیری بابا ضعف و نقاہت کے باوجود جنازہ میں تشریف لاے اور ازدحام میں کتنی تکلیف اٹھا کر جنازے کو کندھا دیا وہ قابلِ رشک مناظر تھے۔

شام کو ہم چار پانچ احباب کے سامنے حضرت کشمیری بابا نے فرمایا کہ ”اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت مولانا اوکاڑوی پر بہت مہربانی فرمائی ہے اور انہیں حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللّٰہ عنہ کے ساتھ عرش پر جگہ دی ہے

۔" یہ کلمات حضرت نے کئی بار دُہرائے۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت خطیبِ اعظم پاکستان کو

وصال شریف سے قبل حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت ہوئی اور اس خواب میں حضرت خواجہ صاحب نے مولانا اوکاڑوی کو ان کی مقبولیت اور مرتبت کا نظارہ کروایا۔ یہ خواب خود حضرت خطیبِ اعظم نے حلقۂ رحمانی کی ایک محفل میں بیان فرمایا، ان کی اپنی آواز میں اس کی تفصیل محفوظ ہے۔ یوں حضرت کشمیری بابا علیہ الرحمہ کے کشف و بصیرت کے بیان پر یقین اور پختہ ہوا۔

برسوں مجھے حضرت کشمیری بابا کی خدمت میں رہنے کی سعادت ملی، احباب واقف ہیں۔ حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی پر کشمیری بابا بہت شفقت فرماتے۔ کوکب صاحب اکثر بابا سے ملنے جاتے، کچھ دن نہ گئے تو معلوم ہے کہ بیمار ہیں تو حضرت کشمیری بابا ان کی عیادت کے لیے خود ان کے گھر

آئے۔ اوکاڑوی گھرانے کو اللّٰہ والوں کا بہت فیضان ملا ہے۔ ولی کے فرزند ہیں، خود ولی ہیں۔ میں کبھی چھپ کر بھی مزار شریف پر گیا تو تشریف لے آئے۔ بہت کرم ہے ان پر بھی۔ بولتے ہیں تو ان کے مونھ سے موتی جھڑتے ہیں۔ حق بات جرأت سے کہتے ہیں۔ اور ان کے والدِ ماجد حضرت خطیبِ اعظم بلاشبہ اہلِ سنّت کے محسن ہیں۔ کون انکار کر سکتا ہے ان کی مثالی خدمات کا؟ بالخصوص پاکستان بھر میں مسلکِ اہلِ سنّت کے وہ محسن ہیں ۔ محبتِ رسول اور مقامِ رسول کی عظمتیں سینوں میں نقش کرنے میں سب سے بڑھ کر کردار حضرت خطیبِ اعظم پاکستان کا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے علم و فضل، عشقِ رسول اور ان کی شخصیت و مرتبت سے آشنا انھوں نے کروایا اور اہلِ بیتِ نبوت بالخصوص شہداے کربلا کے بارے میں خطیبِ اعظم کی خدمات سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان کے احسان بھلائے نہیں جاسکتے۔

اللّٰہ تعالی ان کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

خطیبِ اعظم پاکستان مسلکِ اہلِ سنّت کے بے باک ترجمان

ممتاز ثناخواں الحاج سعید ہاشمی

لوگ اکثر دوسرے علما کے لئے یہ خطاب استعمال کر جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ کے لیے جچتا اور سجتا ہے اور آپ کے لیے مخصوص ہے۔ تمام علما اہلِ سنّت ہمارے سروں کا تاج ہیں اس میں نہ کسی کی حق تلفی ہے نہ زیادتی۔

جو عوامی مقبولیت آپ کو حاصل ہوئی آپ کے وصال کو 34 سال گزر جانے کے بعد بھی کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ میں یہ بات صرف حضرت کا معتقد

ہونے کی وجہ سے نہیں کر رہا۔ آپ بجا طور پر اس کے مستحق ہیں۔ آپ نے
کئی اداروں سے بڑھ کر کام کیا۔

میں اپنی کم عمری سے حضرت جلسوں میں اپنے والد صاحب اور بھائیوں کے
ساتھ شریک رہا۔ آپ نے مسلکِ اہلِ سنّت و جماعت کو عوام الناس میں
روشناس کرایا۔ قدرت نے خوش الحانی سے نوازا تھا۔ دورانِ خطاب اعلیٰ
حضرت کے اشعار اس خوب صورت انداز میں پیش کرتے تھے کہ لوگ
مسحور ہو جاتے تھے اور نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند کرتے تھے۔

اکثر مولانا صاحب کو لوگوں کو روکنا پڑتا تھا کہ نعرے کم لگائیں، زیادہ
سماعت کریں۔ آپ کو اپنی جان کی قطعاً پرواہ نہ تھی۔ کھڈا کے علاقے میں
آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا اُس کے گھاؤ میں نے دیکھے۔

عشاقانِ رسول اور آپ کے عقیدت مندوں کی دعائیں تھیں کہ اللّٰہ نے
آپ کی نئی زندگی دی۔ آپ ایک مجاہد، سچے عاشقِ رسول اور بے باک

خطیب تھے۔ اپنے ہم عصر علما کے لیے نمونہ عمل تھے۔ مجھے کئی بار محافل کے سلسلے میں بیرونِ کراچی حضرت کے ہم سفر ہونے کی سعادت حاصل رہی۔

مجھ سے اور میرے بڑے منجھلے بھائی حافظ محمد شفیق مرحوم سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ خاص طور پر میرے منجھلے بھائی حافظ محمد شفیق حضرت کے بہت مقرب تھے۔ وہ حضرت کے ایسے عقیدت مند تھے کہ برسوں حضرت کے ساتھ رہے اور خود بھی سال میں ایک دو مرتبہ حضرت کے جلسے لیاقت آباد نمبر 4 میں کرواتے تھے۔

بھائی محمد شفیق کے مفصل تاثرات 12 ویں سالانہ عرس کے مجلے میں شائع ہو چکے ہیں۔

کراچی کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو گا جہاں آپ کا خطاب نہ ہوا ہو۔ میرا اور بھائی کا نکاح بھی 1968ء میں بڑے بھائی کا اور میرا 1975ء میں حضرت ہی

نے پڑھایا۔ کبھی حضرت کی کوئی تاریخ خالی ہو جاتی تھی یا کوئی جلسہ کسی وجہ سے ملتوی ہو جاتا تھا تو شفیق بھائی کو اگر اطلاع مل جاتی تھی تو صرف 6 گھنٹے میں انتظام بھی ہو جاتا تھا اور مختلف علاقوں میں اعلانات ہو جاتے تھے اور خطیبِ اعظم پاکستان تشریف لے آتے تھے یہ محسوس نہیں ہو تا تھا کہ یہ پروگرام ایمرجینسی میں رکھا گیا ہے۔

آپ کی شرکت سے ہر جلسہ کام یاب جلسہ ہو تا تھا۔ 1978ء میں ملتان قاسم باغ میں کسی مدرسے کے فنڈ کی اپیل کے لیے سینکڑوں علما میں سے آپ کا انتخاب ہوا۔

پروردگار علامہ ڈاکٹر حافظ کوکب نورانی اوکاڑوی کو سلامت رکھے، ان کو نظرِ بد سے محفوظ رکھے، مخالفوں کی مخالفت، منافقوں کی منافقت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

آپ کے بعد آپ نے اپنے والد محترم کے مشن کو بہت عمدگی سے جاری رکھا ہوا ہے، پروردگار مزید ہمت، طاقت، توانائیاں عطا فرمائے۔ میں نے ماضی میں جامع مسجد گُل زارِ حبیب کی حالت اچھی طرح دیکھی ہے۔

اب زمین آسمان کا فرق ہے۔ پروردگار خطیبِ اعظم پاکستان کے درجات میں مزید رفعتیں اور بلندیاں عطا فرمائے، آمین اور ہم سب کو ہمیشہ مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت پر قائم رکھے، تمام یعلما اہلِ سنّت کی حفاظت فرمائے۔

آمین

تقریر ایسی جیسے اترتی ہو روشنی

مولانا محمد عطاء الرحمن قادری رضوی

شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ دہال سنگھ کالج

لاہور

خطیبِ اعظم پاکستان حضرت علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ نے تقریر و تحریر دونوں ذرائع سے تاعمر خدمتِ دین کے فرائض انجام دیے۔ جہاں تحریر کی دنیا میں وہ کہنہ مشق اور پختہ کار مصنف و محقق کے طور پر معروف ہوے وہاں اپنے منفرد اندازِ بیاں اور شیریں زباں کی بدولت سمتوں میں خطیبِ اعظم پاکستان کے لقب سے مشہور ہوے۔

تیرے اندازِ خطابت کی جہاں میں دھوم تھی یاد رکھے گا جہاں حسنِ بیاں کا بانکپن

بعض مقرر عوامی خطیب ہونے کے لحاظ سے عوام میں مشہور ہوتے ہیں لیکن خواص میں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ بعض خطباء کا اندازِ بیاں ایسا ہوتا ہے کہ پڑھے لکھے لوگ تو بات کو سمجھ جاتے ہیں لیکن عوام کے سر سے

ان کا خطاب گزر جاتا ہے۔ حضرت خطیبِ پاکستان کا خطاب ایسا ہوتا تھا کہ عوام وخواص دونوں مطمئن

ہو جاتے تھے اور ہر کس وناکس آپ کے خطاب سے خود مستفید ہوتا تھا۔ آپ کے استادِ گرامی شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی علیہ الرحمہ نے خطابت میں آپ کی مہارت کی داد اِن الفاظ میں دی: ”فنِ خطابت میں مولانا اوکاڑوی کو جو مرتبہ ومقام حاصل تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سینکڑوں ان کی پیروی میں آسمانِ شہرت پر چمکے ہیں۔ بلاشبہ وہ بے مثل خطیب تھے اور اپنی طرزِ خطابت کے موجد اور امام تھے۔“ (الخطیب شمارہ 16، ص58)

حدیث میں آپ کے استاد غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمہ نے آپ کے بلند پایہ خطیب ہونے کی گواہی یوں دی: ”اللّٰہ تعالی نے

فنِ تقریر و خطابت میں حضرت علامہ مولانا الحاج محمد شفیع صاحب اوکاڑوی (رحمۃ اللّٰہ علیہ وادخلہ فی دارالجنان) تو وہ بلند مقام عطا فرمایا تھا جس پر دنیا رشک کرتی تھی بلکہ حسد تک نوبت پہنچ گئی اور اس میں شک نہیں کہ حافظ صاحب محسود الاقران تھے۔" (ایضاً، ص 57)

موقع کی مناسبت سے انوار العلوم ملتان کے ایک ایسے جلسے کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جس میں حضرت غزالی زماں نے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے بارش کے دوران آپ کو خطاب کا حکم دیا۔ یہ ایمان افروز واقعہ الخطیب کے 29 ویں شمارے میں یوں بیان کیا گیا ہے: "مدرسہ انوار العلوم کا سالانہ جلسہ تھا۔ جلسے میں جہاں وطنِ عزیز کے نام وَر علمائے کرام و مشائخ عظام شریک تھے وہاں خطیبِ اعظم پاکستان علامہ اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ اور حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب رحمۃ اللّٰہ بھی شریکِ جلسہ تھے۔ علمائے کرام کے خطابات یکے بعد دیگرے ہو رہے تھے کہ اچانک بارش

شروع ہو گئی اور بارش کی وجہ سے لوگ جلسہ گاہ سے اٹھ کر جانے لگے۔
اسٹیج سیکریٹری فوراً حضرت غزالی زماں، رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوے۔ جلسے کی صورت حال سے آگاہ کیا کہ حضور والا شان! بارش کی وجہ سے لوگ اٹھ کر جارہے ہیں اور پنڈال خالی ہو رہا ہے، کیا کیا جاے؟ روشن ضمیر قبلہ علامہ کاظمی شاہ رحمۃ اللّٰہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا الحافظ محمد شفیع اوکاڑوی کو فوراً تقریر کے لیے اسٹیج پر بٹھا دیا جاے۔ علامہ اوکاڑوی جب اسٹیج پر تشریف فرما ہوے تو بیٹھتے ہی پہلے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھاے اور یہ دعا فرمائی کہ مالک و مولیٰ، یارب العالمین اس جلسے میں لوگ تیرے اور تیرے پیارے حبیب (ﷺ) کے ذکر کے لیے جمع ہوے ہیں ، اے اللّٰہ بارش بند فرمادے اور پھر تقریر کے لیے خطبہ شروع کیا۔ ابھی خطبہ ختم نہیں ہوا تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش برسنا بند ہو گئی۔

حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ حضرت علامہ اوکاڑوی صاحب عالمِ دین ہیں مگر آج معلوم ہوا کہ علامہ اوکاڑوی عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل بھی ہیں۔

کاظمی صاحب کے جلسہ میں تھی بارش روک دی جب گئے ملتان حضرت مولانا اوکاڑوی

شرق پور کے صاحبِ عرفان نے تھے کر دیے صاحبِ عرفان حضرت مولانا اوکاڑوی

بنگلا دیش میں میں یادگار خطاب: بنگلا دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) میں حضرت خطیب اعظم چھ مرتبہ تشریف لے گئے ایک مرتبہ ڈھاکا نواب باڑی کی ایک محفل میں حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی کا خطاب شروع ہوا اس محفل میں چند دیوبندی، وہابی سازشی افراد بھی آبیٹھے اور انہوں نے مفتی صاحب کے خطاب کے دوران سوال اور اعتراض کرنا

شروع کر دیے اور ہنگامہ سا بپا کر دیا، پولیس اور کارکنان، ہجوم پر قابو نہ پا سکے اور سازشیوں نے جلسہ خراب کر دیا۔ مجمع منتشر ہو گیا۔

اسی وقت اچانک حضرت علامہ اوکاڑوی صاحب جلسہ گاہ میں آ گئے اور مائیک سنبھال لیا۔ خطبۂ مسنونہ پڑھ کر انہوں نے نبی جی کی لوری سنائی جو خود ان ہی کی کہی ہوئی تھی۔

نہیں معلوم کیا جادو تھا ان کی آواز اور انداز میں کہ واپس جاتے ہوئے لوگ سب جلسہ گاہ میں لوٹ آے اور سب ہی جھومنے لگے اور علامہ اوکاڑوی صاحب نے تین گھنٹے خطاب کیا۔ آخر وقت تک لوگوں نے پُر سکون ہو کر خطاب سنا اور سب ان کے دیوانے ہو گئے۔ (الخطیب شمارہ 17، ص64)

دب گیا باطل جہاں بھی آپ نے تقریر کی قریہ قریہ آپ نے ہے دین کی تشہیر کی

موضوع کی پابندی اور حوالہ جات کی کثرت: حضرت خطیبِ اعظم کے خطاب کی یہ خوبی نمایاں رہی کہ جس موضوع کو چنتے تو اول تا آخر اس کی پابندی کرتے اور بیان کا حق ادا کر دیتے۔ بالعموم خطاب کے آغاز میں موضوع بتا بھی دیتے۔ قرآن و حدیث اور دیگر کتب کے حوالہ جات بکثرت پیش کرتے۔ مخالفین کی کتب کے حوالہ جات بھی الزامی جواب کے طور پر بیان کرتے لیکن انداز کس قدر شائستہ ہوتا اس کا اندازہ الخطیب شمارہ 17 کے اس اقتباس سے ہو گا:

"وہ اپنے مخالفین کی مستند تحریروں سے بھی اپنے موقف کی تائید نہایت شائستگی اور متانت سے پیش کرتے اور اپنے خطاب کو اشتعال آمیز یا فتنہ انگیز نہ بناتے بلکہ مخالف کو بھی طلبِ حق کی دعوت دیتے اور اختلافات کے حقائق واضح کر کے ان کا حل آسان بنا دیتے اور بلا شبہ انہوں نے کتنے ہی اختلافات کو مٹا کر کشید گیاں ختم کیں۔

"شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ فیض احمد اویسی کا بیان ہے:" آپ کو ہر موضوع پر کامل ملکہ حاصل تھا، آپ بیان کرتے تو اس موضوع کا حق ادا کر دیتے۔" (الخطیب شمارہ، 16، ص38)۔ حضرت طارق سلطان پوری نے کیا خوب کہا ہے۔

اس کو سنا تو جانا میں نے کیا شے ہے تقریر کی لذت

ان کے لبوں کی شیرینی تھی ذوق افزاے اہلِ محبت

عشقِ رسول کا فروغ: حضرت خطیبِ اعظم کی تقریر کی خصوصیات اتر اختصار سے بیان کرنا ہوں تو یہ کہنا کافی ہو گا کہ وہ خود بھی سچے عاشقِ رسول تھے اور دورانِ خطاب یہ دولت سامعین کے سینوں میں بڑی فراخ دلی سے منتقل کرتے تھے۔ اس لحاظ سے ان کی تقریر کی ایک جھلک جو الخطیب کے شمارہ 12 میں شائع فرمائی، ملاحظہ فرمایئے:" ایک سال حضرت نے سفر حج کا ارادہ کیا اور حج پر روانگی سے قبل اجتماعِ جمعہ میں حج و

زیارت کے موضوع پر تقریر ہو رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کی کہی ہوئی مشہور نعت "حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو، کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو" دورانِ تقریر جب پڑھنی شروع کی تو میری آنکھوں نے یہ منظر دیکھا کہ سامعین پر وجد و حال طاری تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ فضائیں اور ہوائیں بھی جھوم رہی ہیں۔ خود حضرت قبلہ بھی جوشِ محبت اور عشق و مستی کی سرشاری میں خوش الحانی کر رہے تھے اور اللہ تعالی نے انہیں آواز میں جو کشش اور لہجے میں جو درد و سوز اور بیان میں جو تاثیر و گداز بخشا تھا اس کے اثر سے سامعین بھی وارفتگی کے عالم میں تھے۔ حضرت نے گویا سب کو مدینے پہنچا دیا تھا او رسب خود کو دربارِ رسالت میں حاضر سمجھ رہے تھے۔

حضرت ہر شعر کی تشریح بھی کرتے اور ذکرِ مدینہ یوں بھی اہلِ ایمان کے لیے عقیدت و محبت کا سامان ہے۔ ہر طرف سے نعروں اور داد و تحسین کی صداؤں کی گونج تھی اور سامعین کی والہانہ کیفیت قابلِ رشک تھی۔ نوٹوں کی بارش ہو رہی تھی اور لوگ ہر شعر پر تڑپ رہے تھے۔ کلام بھی عالم اور عاشقِ رسول کا تھا اور پڑھنے والا عالم بھی عاشقِ رسول تھا اور خوش الحانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ گویا کتنے حسن جمع اور یکجا ہو گئے تھے۔ حضرت مولانا نے نعت شریف ختم کی تو نوٹوں کا ڈھیر سا لگ گیا تھا۔ حضرت نے کہا کہ آپ لوگوں نے حد کر دی میں تو مدینے اور مدینے والے کے جلوؤں میں گُم اور نعت شریف میں مگن تھا اور آپ سب نے اتنا بہت سا نذرانہ پیش کر دیا۔ مجھ سے تو یہ سمیٹا بھی نہیں جا رہا اس پر ایک شخص نے بلند آواز سے کہا حسبِ عادت آج بھی یہ پیسے مسجد میں نہ دے دیجیۓ گا تو حضرت مولانا نے مسکراتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں نے یہ مجھے دے دیے

ہیں اب یہ میری ملکیت ہیں اور میں جہاں چاہوں اور جسے چاہوں دے سکتا ہوں۔ اس جملے پر حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

حضرت مولانا اوکاڑوی کی عادت تھی کہ صدقات جاریہ کے کاموں میں بہت حصہ لیتے تھے۔ ملک بھر میں متعدد مساجد و مدارس کی تعمیر انہوں نے کروائی اور یوں اپنے لیے نہ ختم ہونے والا ثواب جمع کیا۔

تحریر سے ہویدا ہے عرفان و آگہی تقریر ایسی جیسے اترتی ہو روشنی

وعدہ کی پابندی: حضرت خطیبِ اعظم کا یہ وصف بھی قابلِ صد تعریف اور لائقِ تقلید ہے کہ جہاں وعدہ فرمالیا وہاں لازماً تشریف لے گئے۔ یوں کبھی نہ ہوا کہ کسی غریب سے وعدہ توڑ کر کسی با اثر امیر کی دعوت پر تشریف لے گئے ہوں۔ ایک مرتبہ راول پنڈی میں سرکاری محفلِ میلاد کے لیے حضرت مولانا کو مدعو کیا گیا اور مرکزی وزیر نے خود رابطہ کیا لیکن حضرت مولانا نے واضح طور پر یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ کسی غریب سے وعدہ کرنے

کے بعد میں صرف اس لیے اس کی دل شکنی نہیں کر سکتا کہ مجھے سرکاری دعوت دی جا رہی ہے۔ اگر کوئی ایسی تاریخ رکھی جائے کہ میرا کسی سے وعدہ نہ ہو تو میں آسکتا ہوں لیکن وعدہ کر کے میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا ۔۔۔(الخطیب شمارہ 12، ص 25)

وعدہ کی پابندی کے اس قدر خوگر تھے کہ تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود وعدہ وفا کرتے تھے۔ "ایک مرتبہ ان کے پاؤں کی انگلی کسی چوٹ کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہل گئی، مولانا کو بہت تکلیف تھی، کیماڑی کے علاقے میں جلسہ تھا اور جلسہ کروانے والے حضرت مولانا کی تکلیف سے بے خبر رات کو عشاء کے بعد انہیں لینے کے لیے آگئے۔ حضرت مولانا کو چلنا دشوار ہو رہا تھا لیکن وہ اس حالت میں بھی جلسہ گاہ پہنچے۔ ایک شخص حضرت مولانا کے قریب بیٹھ کر ان کے پاؤں پر گرم پانی کی بوتل سے سکائی کرتے رہا اور

مولانا اس تکلیف کی حالت میں بھی دو گھنٹے تک پورے جوش سے بیان کرتے ہیں۔" (ایضاً، ص 25)

دِل کے کھلائے جو کنول ایسا خطیب بے بدل
تیرے سوا کوئی نہیں پیارے شفیع اوکاڑوی

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی: حضرت خطیبِ اعظم حق گو، بے باک اور نڈر خطیب تھے۔ احقاق حق اور ابطالِ باطل میں کسی لگی لپٹی اور رُورِعایت کے قائل نہ تھے۔

مولانا صادق رضا مصباحی نے بالکل درست رکھا: "انہیں اس راستے میں بہت سی پریشانیوں کا سامنے کرنا پڑا، قید و بند کی منزلوں سے بھی گزرے، قاتلانہ حملے بھی ہوے لیکن ان کے پاے استقلال میں لغزش نہ آئی اور عشقِ رسول کی جو قندیل ان کے دل میں روشن تھی اس کی روشنی سے لوگوں کے دل منور کرتے رہے۔" (الخطیب شمارہ 27، ص 49)

قاتلانہ حملوں کے پیش نظر آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو واپس پنجاب آنے کے لیے کہا تو جواباً آ نے کہا: ”میں موت سے نہیں گھبراتا، دین کی خدمت میں جان چلی جاے تو خسارے کی بات نہیں۔“(الخطیب شمارہ 17، ص 55) سچ ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی اللّٰہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حملوں کا ذکر ہوا تو مناسب ہے کہ یہ بھی عرض کر دوں کہ حضرت خطیبِ اعظم ہمارے گھر تشریف لاے تھے اور والدِ گرامی الحاج رشید احمد چغتائی کو اپنے ان زخموں کے نشان دکھاے تھے جو عشقِ رسول کے فروغ کی پاداش میں مخالفین نے انہیں لگاے تھے۔ یہ واقعہ اگرچہ میری ولادت سے بہت پہلے کا ہے لیکن والدِ گرامی بتایا کرتے تھے۔

آخر میں خطیبِ ملت حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ وہ نہایت احسن انداز میں اپنے والدِ ماجد کے مشن کو جاری

رکھے ہوے ہیں۔ ان کی آواز و انداز اور صورت و سیرت میں خطیبِ اعظم کا رنگ جھلکتا ہے۔ انہیں اپنے والدِ ماجد سے جتنی اور جیسی محبت ہے وہ نئ نسل کے لیے لائقِ تقلید ہے۔ ہر سال الخطیب کی اشاعت اور اب تک 35 سال ناموں کا شائع ہونا پھر بذریعہ ڈاک پوری دنیا میں ارسال کرنا ایک ایسا اعزاز ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جاے کم ہے۔ اللّٰہ تبارک و تعالی ان کے علم و عمل اور صحت و عمر میں برکت دے اور ان کی شفقت کا سایہ دراز ہو۔

آنکھوں کی ضیا ہم شکلِ شفیع کوکب نورانی غلامِ نبی

اعداء کی ضرب سے رہیں یہ بری، گُل زار رہے گُل زارِ حبیب

***

گیارہویں تحریر: ایک اُبلا انڈا کتنے کا ہے؟ ” گاڑی روک کر خاتون نے
بوڑھے غریب سے پوچھا۔ 15 روپے کا ایک بیٹی۔۔۔ بزرگ نے سردی
سے ٹھٹھرتی آواز میں کہا۔ ” 50 روپے کے 4 دیتے ہو تو بولو۔ “ خاتون بولی۔
لے لو بیٹی، بزرگ نے یہ سوچ کر کہا کہ کوئی گاہک تو ملا۔ اگلے دن خاتون
اپنے بچوں کو لے کر ایک مہنگے ریسٹورنٹ گئی اور سب بچوں کا من پسند کھانا
آرڈر کیا، کھانا کھانے کے بعد جب بل 1900 روپے آیا تو پرس سے
2000 روپے نکال کر دیئے اور کہہ کر چلی گئی۔ ” Keep The
Change “ (جو بچا ہے وہ رکھ لو) تو گویا اس خاتون نے اپنی فتح اس میں
سمجھی کہ جس بوڑھے انڈے بیچنے والے کو زیادہ پیسے دینے چاہییے تھے تو اس
کا حق مار لیا۔ اور جو پہلے ہی بڑے ناموں کے ریسٹورنٹس بنا کر عوام کو لوٹ
رہے ہیں ان کو 100 روپے زیادہ دیئے!

کبھی ان غریبوں سے یہ سوچ کر ہی خریداری کر لیا کریں کہ شاید ہم کسی مدد کا
سبب بن جائیں۔ سوچیے گا ضرور۔ اللّٰہ سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

ان تمام دوستوں کو جو فیس بک استعمال کرتے ہیں یہ آگاہ کرنا ضروری سمجھتے
ہیں کہ فیس بک پر مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی) کے ارکان نے اکیڈمی
کے نام کا ایک فین پیج اور ایک حضرت خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی

اوکاڑوی کے نام کا فین پیج، ایک فین پیج حضرت خطیبِ اعظم حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے نام سے اور ایک فین پیج جامع مسجد گل زارِ حبیب کے نام سے بنایا ہوا ہے۔ ان چار کے سوا کوئی بھی پیج آفیشل اور صحیح نہیں ہے۔

جن لوگوں نے خطیبِ ملت حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے نام سے پیج بنائے ہوے ہیں ہم اُن سے عرض گزار ہیں کہ وہ ایسے تمام پیج بند کر دیں

تا کہ کسی غلط استعمال کی گنجائش نہ رہے۔ احباب سے عرض ہے کہ درج ذیل عنوانات کے سوا کسی اور پیج کو صحیح گمان نہ کریں اور ان کے سِوا کسی کو ہمارے پیج جان کر کوئی رابطہ نہ کریں۔

شکریہ

The web pages listed below are made and managed by the members of the Maulana Okarvi Academy (Al-Aalami). We DO NOT have any other pages and therefore are not responsible for the content on the unofficial sites.

http://www.kaukabnooraniokarvi.com

http://www.kaukab-noorani-okarvi.com/

http://www.okarvi.com

http://hazratkhateeb-e-azam.weebly.com

http://shafeeokarvi.blogspot.com/

https://plus.google.com/+AllamahKaukabNooraniOkarvi

https://www.facebook.com/Allaamah.Kaukab.Noorani.
Okarvi.FanPage/

https://www.facebook.com/Hazrat.Maulana.Muhammad
.Shafee.Okarvi/

https://www.facebook.com/Maulana.Okarvi.Academy/

https://www.facebook.com/Masjid.Gulzar.e.Habeeb/

https://web.facebook.com/Okarvispeechesnetwork/

https://twitter.com/Okarvi

https://twitter.com/MaulanaOkarvi

https://www.pinterest.com/okarvi/

https://www.linkedin.com/in/allamah-kaukab-noorani-
okarvi-02862433/

http://www.dailymotion.com/maulanaokarviacademy

https://www.youtube.com/user/okarvispeeches

http://www.okarvispeeches.com/

http://www.sunnispeeches.com

ہم خُرما و ہم ثواب

مجدد ِ مسلکِ اہلِ سنّت، محسنِ ملک و ملت، عاشقِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)، مُحبّ صحابہ و آلِ بتول، محبوبِ اولیاء، خطیبِ اعظم پاکستان حضرت الحاج علامہ قبلہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی قدس سرہ الباری ورحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے خصوصی اجازت سے یہ اعلان فرمایا تھا کہ جس شخص کو کوئی حاجت ہو تو وہ دو رکعت نفل (نمازِ حاجت) پڑھ کر اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ 313 (تین سو تیرہ)

اصحابِ بدر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طفیل میری جائز حاجت پوری فرمادے تو مَیں 313 روپے اصحابِ بدر کی طرف سے جامع مسجد گُل زارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) گلستانِ اوکاڑوی (سابق سولجر بازار) کراچی کی تعمیر میں دوں گا۔ ان شاء اللّٰہ اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔

الحمد للّٰہ! حضرت خطیبِ اعظم پاکستان رحمۃ اللّٰہ علیہ کی اس بشارت سے اب تک ہزاروں افراد فیض یاب ہو چکے ہیں، لوگوں کا جائز کام ہو جاتا ہے اور مسجد بھی تعمیری مراحل طے کر رہی ہے اور صدقہ جاریہ کا ثواب بھی بجمدہٖ تعالیٰ ملتا ہے۔ حضرت مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی اس زندہ کرامت سے آپ بھی اپنی مشکل دُور کر سکتے ہیں۔ مسجد گُل زارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کراچی شہر کی قدیم اور بڑی مساجد میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی تعمیر میں تعاون فرمائیں۔ اللّٰہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

گُل زارِ حبیب ٹرسٹ

ڈولی کھاتا، گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی

فون نمبر: 36532225 (021)

اطلاع

ملک بھر سے جو لوگ جامع مسجد گل زارِ حبیب، جامعہ اسلامیہ گل زارِ حبیب اور مزار شریف مولانا اوکاڑوی کی تعمیر و ترقی کے لئے عطیات بھیجنا چاہئیں، ان کے لئے "آن لائن بینکنگ" کی وجہ سے یہ سہولت ہو گئی ہے کہ وہ اپنے ہی علاقے میں موجود یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ کی برانچ ہی میں ہمارا اکاؤنٹ نمبر اور برانچ کوڈ نمبر درج کر کے رقم جمع کرواسکتے ہیں، اس طرح انہیں منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ بنوانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ان احباب سے گزارش ہے کہ جب کبھی عطیات جمع کروائیں ہمیں بینک ڈیپازٹ سلپ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ضرور بھجوادیں تا کہ حساب میں دشواری نہ ہو۔

1- جامع مسجد گل زارِ حبیب

اکاؤنٹ نمبر : A/c # 010-2024-7

برانچ کوڈ نمبر : (UBL) 0699

2- جامعہ اسلامیہ گل زارِ حبیب

اکاؤنٹ نمبر : A/c # 010-2619-5

برانچ کوڈ نمبر : (UBL) 0699

3- مزار شریف مولانا اوکاڑوی

اکاؤنٹ نمبر : A/c # 010-1344-9

برانچ کوڈ نمبر : (UBL) 0699

(یہ تینوں اکاؤنٹ یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ، کراچی کی کیانی شہید روڈ برانچ میں

ہیں۔)

گُل زارِ حبیب ٹرسٹ کو دیئے جانے والے عطیات انکم ٹیکس سے مستثنٰی ہیں

-

گُل زارِ حبیب ٹرسٹ

ڈولی کھاتا، گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی

فون: (021)65323225

gulzarehabibtrust@gmail.com

خوش خبری

مولانا اوکاڑویؒ اکادمی (العالمی) نے مجددِ مسلکِ اہلِ سنّت، خطیبِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی تبحر، عشقِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) اور محققانہ بصیرت کی آئینہ دار تقاریر کو محفوظ کرنے اور پھیلانے کے لئے ایک شعبہ قائم کیا ہُوا ہے، اب تک تقریباً پانچ سو اہم

موضوعات پر متعدد تقاریر محفوظ کرلی گئی ہیں۔ ارادہ ہے کہ ان سب تقاریر کو کتابوں میں محفوظ کیا جائے (ان شاء اللّٰہ تعالیٰ)

آپ ان تقاریر کی سماعت سے اندازہ کرسکیں گے کہ احقاق حق اور ابطالِ باطل کے لئے آج بھی یہ تقریریں بیش بہا سرمایہ ہیں۔

علاوہ ازیں دس موضوعات پر وڈیو کیسٹیں بھی دست یاب ہیں۔ تقاریر کی یہ کیسٹیں خود بھی حاصل کیجئے اور اپنے احباب کو بھی پیش کیجئے، بلاشبہ یہ گراں قدر تحفہ ہیں۔

مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی (ریکارڈنگ و پبلشنگ ڈوژن)

۔بی، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔ فون:5313233452

اپیل

۱۹۷۳ء میں مجددِ مسلکِ اہلِ سنّت، خطیبِ اعظم پاکستان، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ڈولی کھاتا، گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں 1900ء سے مسجد کے لئے وقف قطعہ اراضی پر گُل زارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹرسٹ قائم کر کے جامع مسجد گُل زارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی از سرِ نو تعمیر کا آغاز کیا تھا۔ ۱۹۸۰ء میں گُل زارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹرسٹ ہی کے تحت جامعہ اسلامیہ گُل زارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا آغاز ہُوا۔

بحمدہٖ تعالیٰ مجوزہ نقشے کے مطابق تعمیری کام مسلسل جاری ہے۔ ان اداروں کی تکمیل کے لئے آپ خود تعاون فرمائیں اور اپنے حلقۂ اثر میں احباب کو ترغیب دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مسجد گُل زارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کے احاطے میں حضرت خطیبِ اعظم کا مزار مبارک بھی تعمیر ہو رہا ہے۔

گُل زارِ حبیب (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ٹرسٹ

گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی۔ فون: (021) 65323225

(اکاؤنٹ نمبر جامع مسجد گُل زارِ حبیب 010-2024-7)

(جامعہ اسلامیہ، گُل زارِ حبیب 010-2619-5) یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ،

کیانی شہید روڈ برانچ کراچی

Conqueror of Hearts

I had the opportunity of meeting Hazrat Maulana Shafee Okarvi (Rahmatul Laahi Alaieh) in 1979, when he was visiting South Africa second time as a guest of the Tar Muhamed family. It was a great honour for me. It was the month of Muharram and his lecture was at the Jumuah Masjid, Grey Street, Durban, for10 days of Muharram after Ishaa Salaah. His lecture, in Urdu was 3-4 hours long for all 10 days. I, Syed Goolam Rasool had the privilege to be present for full 10 days. I had never

heard before, such a lecture with so much detail and depth. It was an absolute honour to hear him.

I am truly blessed that once this reality, somehow was disclosed on me that not only was Hazrat Maulana Muhammad Shafee Okarvi (Rahmatul Laah Alaieh) famous in this world but also in the other worlds, on every Thursdays Hazrat Maulana Okarvi Saahib was invited spiritually to deliver lecture to an elite group of Auliyaa e Kiraam, in the spiritual world, they loved to hear the praise of the beloved Holy Prophet (Sallal Laahu Alaiehi Wa Sallam) especially from him!! When I tried to

enquire more on this, Hazrat Saahib just smiled and kept quiet, and then after sometime he said, I am nothing, I am blessed with the graciousness and munificence of my beloved Holy Prophet (Sallal Laahu Alaiehi Wa Sallam). It is better that some secrets remain secrets!

I then realised that he was no ordinary person, it is a fact that after all the fame, popularity, glory, honour, extra ordinary qualities and the revolutionary personality of Hazrat, he was still a very humble, down to earth and simple person. He did not have any kind of pride and pretend, he was

a man of truth and sincerity. A man of strong calibre. He was blessed with truthfulness, righteousness and purity, that146s what attracted people towards him and it was through this that he captivated the hearts of millions. I was impressed with him, his unique style of oration, his vast and profound knowledge, his incredible way (spiritual and intellect), not only on Karbalaa but on all the religious subjects, Hadees and Tafseer. Muslims of South Africa will never forget him, he did revolutionary work for the true Sunni path.

After the lecture I met him, he asked me to come and visit him as this was the last day of his lecture. The next day, I visited him along with my wife .We had a personal liking of him. It was in the morning that we visited him, he invited us to join him for breakfast. He chatted with us and took a tremendous liking for us, especially my wife as he would say, she reminds him of his daughter .We invited him to have supper at our house with our family. He accepted and thoroughly enjoyed the meal. We sat on the floor as per Sunnah, as

requested by him. He was a small eater, and we really enjoyed his company.

For the next one week we would pick him up after 10pm. My wife and children and I would take him around to various places. He would mention about his family, wife daughters and sons. He spoke highly of his eldest son Kaukab Noorani, praising his intelligence and how sharp he is. He said to us, Kaukab Noorani does a lot of research and he never sleeps at night. His bedroom is like a library He was very proud of him.

While Hazrat Maulana was still in South Africa, we planned a holiday abroad for my wife and me, visiting India and Pakistan. Hazrat Maulana especially requested us to visit and meet his family and that we be his guest or he will be upset with us. As per his request we obliged. We had the opportunity of meeting his family. Most of all Kaukab Noorani. The family was extremely hospitable and took great care of us. We really enjoyed all the food that Mother (Hazrat Maulana

there, we were like Hazrat's children. We also spent a lot of time with Rabbaani (Hazrat's youngest son). We got very close to Maulana Kaukab Noorani and our friendship lives on.

It is with great love, respect, sincerity, commitment and dedication that Hazrat Allamah Kaukab Noorani Okarvi has carried out the legacy of his respected father Hazrat Maulana Muhammad Shafee Okarvi (Rahmatul Laahi Alaieh). Although it was not at all an easy task to continue this magnificent and incredible legacy, but due to the graciousness of Allaah Ta'aalaa and

the immense love of the beloved Holy Prophet (Sallal Laahu Alaiehi Wa Sallam) and the blessings of his respected father, Hazrat Allamah Kaukab Noorani Okarvi (May his grace continue) gracefully continues this remarkable legacy. Blessed with an astonishing memory, dynamic persona, strong mind, exceptional intellect, a pure and brave heart, with the grace of Allaah Subhaanuhu Wa Ta'aalaa he in a way reflects his respected father. He readily responds and boldly challenges all movements, among many others, fearlessness and honesty are his defining traits.

Hazrat Maulana Muhammad Shafee Okarvi was a great loss to the Sunni world, his son Hazrat Allamah Dr Kaukab Noorani Okarvi is a great asset to the legacy of his father for the Sunni world today, he works tirelessly and courageously day and night for the propagation and promotion of the true Sunni path. Allaah Subhaanuhu Wa Ta'aalaa grant him good health, protect him from all evil, and bless him to continue the extra ordinary work he is doing. Aameen

I also want to share this, one Mufti Saahib after Hazrat Maulana Okarvi Saahib's visit, came to South Africa. Few days he also stayed with me, and he invited me to Lahore to visit his institute and he himself said this to me that everyone knows me in Lahore, so to whomever you will take my name they will tell you my address. When I visited Lahore again, I took his name but I was shocked that no one knew him, but Hazrat Maulana Okarvi Saahib never boasted and said anything like this, but each and everyone knew about him.

Recently in the first week of October this year, the Imaam of Merebank Masjid–Maulana Taahir, paid me a visit. Incidentally the subject of Hazrat Maulana Shafi Okarvi Saahib, came up. I mentioned I met him personally and we are family friends. Maulana Taahir had mentioned to us that, "I studied in Rawalpindi and at that, I heard a lot of his lectures and really enjoyed listening to him." He said that in 1979 when Hazrat Maulana was in Durban, Hazrat Maulana performed Maulana Taahir's nikaah and Maulana Taahir considered

himself very fortunate. Maulana Taahir asked Hazrat Maulana Shafee Okarvi Saahib how he lectures for so many hours, can he give him some wazaa'if? Hazrat Maulana simply told him that this is nothing but Allaah's and the Holy Prophet (Sallal Laahu Alaiehi Wa Sallam)'s blessings. He advised that the wazifah for this is continuous hard work with devotion, perform or do what you preach and make this du'aa, O! Allaah Kareem open my heart and give me steadfastness on the right path and success.

How many more people like this are there who have unforgettable memories of Hazrat Maulana Okarvi Saahib in their hearts. He used to conquer hearts, people remember him with love and respect throughout the world. His name will remain alive in the hearts of the people. May Allaah Kareem always continue his legacy through his children and students. Aameen

Okarvi's power of oration will be a cause of spiritual and mental elevation for the Lovers of the Holy Prophet (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa

Sallam)and with this young man there will be propagation of the True Path of Ahl e Sunnat on a grand scale."

The year of departing of Maulana Qaari Ahmad Hasan is 1960 AD and his shrine is present in Gujrat, the city of Punjab, whereas the year of birth of Maulana Okarvi is 1929 AD. In regard to this when Hazrat Shayr-e-Punjab had made this prediction, at that time, the age of Maulana Okarvi would only be between 25 to 30 years. The evidence of the truthfulness from the mouth of a true saint ocurred at that time when the speeches

of Maulana Okarvi had not only made the masses his admirers, but rather even opponents could not stay away from confessing. Therefore, this prediction had made my family members the adherents of Maulana Okarvi Saahib. As if, the devotion and love with Maulana was included in the first food of my life [Ghuttee also called Tahneek in Arabic]. I consider myself very lucky in regard to this that the personality from whom I have learned the knowledge of pronouncing the Holy Qur'aan was an ally and close friend of Maulana Okarvi. His honorable name was Qaari

Abdul Lateef Makki. He was Arab, hence he was popular with the name of Arab Saahib. He would often say, "My friend Muhammad Mubeen Chaman and I, have this honor that we are the close friends of Maulana Okarvi."

Arab Saahib was also the deputy Imaam of Muqaddas Masjid (near Urdu Bazaar Ratan Talao). The building in which we were residing, on its ground floor Qaari Abdul Lateef Saahib had made a Madrassah [teaching center] in a small room in which there was not even a possibility of more than five or six people sitting. The ones

acquiring knowledge from him were mostly Qur'aan reciters, Na'at reciters and religious students whom he would give education at different timings. I have seen legendary scholars, teachers and famous personalities coming in this Madrassah with the purpose of meeting Arab Saahib in which Maulana Shaah Ahmad Noorani and Maulana Muhammad Shafee Okarvi is also included.

Approximately, this is a matter of 1970 or1971 AD when my age might have been eight or nine years, Arab Saahib took me to the house of

Maulana Okarvi. He said in my introduction to Maulana Okarvi Saahib that this child has a quality granted by Allaah (God gifted) of imitating. "Whomever I teach recitation (Qiraat) in which ever style he copies it exactly. Even though he has not learned Qiraat accordingly." Then Arab Saahib ordered me to read some Chapters (Suurah), supplications and Qiraat in Egyptian style, I obeyed the order. Then while smiling he said, "Make Maulana Okarvi Saahib hear the Event of Karbalaa (Waaqi'ah-e-Karbalaa) in his own style." This was a big test

for me but even then with immense courage I read some part of Zikr-e-Shahaadat with verses. Spontaneously, Maulana Okarvi kissed my forehead, blessed me with supplications, and as a prize also bestowed me five rupees, along with it also gave me the gifts of his books, "Sawaab-ul-Ibaadaat" and "Barakaat-e-Meelaad Shareef". Here this thing will not be devoid of interest that I was merely copying but Arab Saahib and Maulana Okarvi Saahib himself was in tears while listening

Syed Goolam Rasool and Fauziah Abdul Khadir

and family,

Durban, South Africa.

Scorching Fabrication, Blazing Discourse

(Baatil Soz shulah-e-Guftaar)

(My writing my personal impression)

Written by: Saiyyid

Muhammad Aslam Ghazaali

"Allaah Ta'aalaa Irshaad Farmaataa Hai [Almighty Allaah says]", These are those memorable words and style whose echo has presided in the environs of Sub-Continent for more or less than four decades without the association of anyone. As this voice was a way of guidance for the strayed ones hence was also a challenge for the adverse powers. And when this phrase is recited in a loud voice and exquisite melody enlightening the hinterlands with His evident and hidden messages then the persona of a

true lover and a truly authentic man comes in front who is entitled as "Maulana Muhammad Shafee Okarvi."

Where and when did I first have the honor of viewing Khateeb-e-A'zam Pakistan Hazrat Allaamah Maulana Muhammad Shafee Okarvi (Allaah have mercy on him) I do not remember this; anyhow when I reached my maturity, in that era, the appreciation of the oration of Maulana Okarvi Saahib was on the lips of the commoners and the affluent. In the heart of every member of

even my own house, a favorable devotion was present for Maulana Okarvi Saahib. Although Maulana Okarvi Saahib's individual style, illuminating voice and blazing oration had made him distinguishable and separate amid his peers scholars and surely, these qualities of his were worthy of envy and also worthy of pride. But that aspect which had included me directly and my family indirectly in his circle of devotees was that prediction of Hazrat Maulana Qaari Ahmad Hasan Ferozepuri (Allaah have mercy on him), Shayr-e-Punjab (the Lion of Punjab), regarding

Hazrat Maulana Shafee Okarvi which later exactly became evident.

Maulana Qaari Ahmad Hasan Shayr-e-Punjab was a true Friend of Allaah and a legendary saint. The fame of his sainthood and miracles had started becoming evident in his sacred worldly life. He was such an exemplary orator who, by his way of oration, had reinforced the reality of the Path of Ahl e Sunnat Wa Jamaa'at in the hearts and minds of the general public. Especially when the Lion of Punjab, in his melodious style would present the praised poetry of the Holy Prophet (Sallal Laahu

'Alaiehi Wa Sallam) of A'laa Hazrat Shaah Ahmad Razaa Khaan Faazil-e-Barelvi (Allaah have mercy on him) with its details then an ecstasy would overcome the listeners.

When Hazrat Shayr-e-Punjab would come to Karachi he would also come to our house. The recurrent time of my respected father Saiyyid Muhammad Jameel, the elder maternal Uncle Suufi Saiyyid Akhtar Alee and the younger maternal uncle Saiyyid Ma'shooq Alee would be spent in the company of Hazrat Shayr-e-Punjab. Maulana Qaari Ahmad Hasan had made our

respected mother his daughter. At that time our residence was on Frere road. In the informal gatherings of our house and according to the tradition as well Hazrat Qaari Ahmad Hasan Shayr-e-Punjab had made this prediction in some large congregation that, "After me, a young man namely Maulana Muhammad Shafee

to the events of Karbalaa. Which is an evidence that there was no fabrication or showoff in the style of oration of Maulana Okarvi Saahib but rather the love of the legendary religious scholars and especially with the Ahle Baiet-e-Nabuwwat

[The family of the Holy Prophet (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa Sallam)] was embedded in his heart. While expressing great compassion he said, "Do become a scholar as you grow up and deliver speeches." But sadly, I did not keep the honor of his guidance. Neither was I able to acquire religious education nor did I pay attention towards being a Qur'aan reciter or Na'at reciter. Instead I spent my life in the affairs of organizing people, say like this that I remained entangled. It is strange that even in reference to organizing or social work I could not do any work worth

mentioning. The regret of which does keeps my soul anxious every moment.

From a young age, going in the congregations of Maulana Okarvi Saahib was included in my activities. I used to play with the children of my own age only with this intention that by "strengthening friendship" with them I would be able to take them to the speech of Maulana Okarvi Saahib. Therefore even beside my young age, my mother with her supplications would let me go in these congregations along with this condition that, "After coming home you will tell me the

whole speech." This was a way of her upbringing, and was also a purpose of keeping my engagements in her eyes. Hence the next day I would tell my mother the whole speech but I was not able to remember the references and the names of the religious legends therefore I would only repeat the details and events. Maulana Okarvi's speeches were full of evidences but also easy to understand that from a child to an adult and from an literate to an illiterate they would all be able to understand as well. Whichever boys would come

with me to the speeches of Maulana they would also become firm in the beliefs of Ahle Sunnat.

When Maulana Okarvi Saahib would do the leadership [Imaamat] and give discourse [Khitaabat] of Friday in Noor Masjid, so I would go in this Masjid several hours before and would sit in the front row. But when the rows would form for the Jamaa'at then, being small, I would be pushed in the last rows. I had to go through this drill every Friday, no change would come in my passion and routine. I was helpless due to my immense love for Maulana Okarvi I wanted to sit

closer in the front row and listen to his lecture but since the other Namaazi (people praying) we're also aware of the Fiqhee (Jurisprudential) issues. Hence they were also bound to fulfil them.[It is a Fiqhee (Jurisprudential) issue that small children should not stand in the first row. If they stand then they should stand on the far end of the row. This should be clear that if a child of 9 or 10 years knows how to perform Salaat (Namaaz) correctly then he should not be stopped from standing in the middle of the second row and do not interact with him in a harsh manner.]

Hazrat Maulana Shafee Okarvi had this expertise that immediately in whichever congregation he would go he would evaluate the environs, the temperament, and the aptitude of the audience and then would coordinate his speech according to the topic and title, taste of the audience, mental capabilities and the requirement of the true path. He would not let fear and diplomacy come near. With courage and truthfulness in his heart and captivating style of oration he would make the lovers of the Prophet agree on soft and clear deeds,

and by giving answers to the present questions in the minds of the opponents he would astonish them.

Dekhnaa Taqreer Kee Iazzat Keh Uss Nay Jou Kahaa

Mayn Nay Yeh Jaanaa Keh Yeh Mayray Dil Mayn Hai

(See the pleasantness of the speech that whatever he said

I thought that as if this is also in my heart)

In his speech along with intellectual evidences, debating replies and points of wisdom, the colors of pleasantry gestures, sarcasm and humorous politeness was also prominent. He would not, even for a moment, let the audience be ignorant of his speech. Would it be Masnavee of Maulana Ruum or the poetry of A'laa Hazrat, when he read verses with melody, then not only was the listener and the audience, but even the environments of the surrounding would be overcast by ecstasy. He would fully remain aware of the psyche of the audience. He would also attain stability in

dispersed and unstable congregations. During his speech the people possessing excessive love would receive spiritual pleasure and they would be overcome by ecstasy and religious pleasantness. Anyhow he also knew the difference between "involuntarily becoming overcome by the feeling of religious pleasantness" (Haal), and "fake portrayal of being overcome by the feeling of religious pleasantness" by someone. Occasionally such situations would come in front. Therefore, in one gathering, to keep the audience protected from such expected condition in a very

interesting way he appealed to the listeners that during the speech some people are overcome by religious pleasantness (haal). "My request to these people is this that today it is better that they may remain without this situation (Bay-haal) and it is my request to the crowd to control the person whoever faces such situation." [He said this to those people who would only act and portray a fake act of facing any situation of religious ecstasy].

In Aashoorah-e-Muharram of the eve of 10th, the biggest congregation in Karachi would be of only Maulana Okarvi Saahib. Sometimes this would also happen that on some small thing or misunderstanding there would be a stampede in the crowd. The crowd had the thoughtfulness of this matter that the existence of Maulana Okarvi is unbearable by his enemies. Even then Okarvi Saahib will not be hesitant in expressing the truth. The assassination attempt on Maulana Okarvi also took place in a congregation. Hence in the initial congregation [after the attack] even a slight noise

would alert the audience. [Since it would be very crowded and sometimes people would try to find space in front or a cat or mouse would come and then the people would think there was something wrong]. Therefore, once in the congregation of Muharram view the way Maulana took the promise to stay peaceful and to establish order and discipline before the speech in extremely beautiful and polite manner filled with humor and pleasantness.

"Respected people the congregation of today is very large. In every direction only heads are visible. Since the stage is at a height therefore my sight is in every direction. You may not be a victim of any fear or disorderliness. Just only do this much that keep your shoes with you while sitting, and until I do not say run, do not run till that time." Therefore; people did understand this hidden advice in this interesting appeal of Maulana Okarvi and without any disruption taking place the congregation ended. After that no such of incident ever took place.

We had moved to Federal B area Block 13 and here I had established an organization Bazm-e-Urooj-e-Islaam. This is a matter of 1975 AD, the groups of ill religious people started coming in our Masjid and area in groups and started straying simple minded people. Therefore I went to the house of Maulana Okarvi Saahib. In my introduction I gave the reference of Arab Saahib (who had passed away) and the previous meeting. He smiled under his lips and started saying. "You have come after a long time. Sometimes the

thought of you would come to me." When Maulana Okarvi asked about the purpose of the visit then while describing the condition of the area I asked for a date for congregation. Maulana Okarvi Saahib kept listening to all my talks in immense silence. But by the changing expressions of his face the exhibition of his religious indignation and honor kept showing. After a short while he opened his dairy and granted a date and said, "Do preparation of the congregation. If there will be a facility of transport bring it, otherwise give a call I will come

myself. On the confirmed date we organized an impressively grand congregation. Some people before the congregation started worrying me by saying, "From where will you give the honorary gift [nazraanah] to Maulana Okarvi Saahib?" Though the ones asking the question were affluent people but perhaps they were not in favor of showing gratitude to any scholar for their courteous services. I expressed this worry of mine to my respected mother. As usual she encouraged me and gave me an envelope of honorary money which I honorably presented to

Hazrat Maulana Okarvi by going to his house after the congregation. Without even looking at the envelope he returned it to me and said, "With this money for your library buy the books of the scholars of Ahle Sunnat and do instigate the people to read them more and more." Hence in the present library of Bazm-e-Urooj-e-Islaam books were also brought from this donation.

The circle of the religious services of Hazrat Maulana Okarvi were not only limited to tongue and oration but rather his writings are also a great wealth for the guidance and knowledge of the

Muslims of the world. Maulana Okarvi Saahib like his way of oration also kept his way of writing very simple and easy. Even though the learned people also attained benefit from his research but the addresser of the pen of Maulana Okarvi Saahib is the ommon person. He kept the intellectual capacity of the reader in view. Like several other scholars he did not involve the readers in entanglement of verbosity. He avoids difficult and complicated words. His aim was to clarify the truthful beliefs and opinions for every special and commoner. A prominent quality of the writing

and speech of Maulana Okarvi Saahib was also that if you read him or listened to him in each way there was the flavor of sweetness and pleasure.

Hazrat Shaiekh ul Hadees Muftee Muhammad Waqaar-ud Deen Qaadiree

Accomplish Desires

And Attain Rewards

Mujaddid-e-Maslak-e-Ahle Sunnat[Reviver of the true Sunni Path], Muhsin-e-Mulk o Millat [Benefactor of the Country and Nation], Aashiq-e-Rasool (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa Sallam)[Lover of the Holy Prophet], Muhibb-e-SahaabahWa Aal-e-Batuul [Lover of the Companions and the Progeny of Hazrat Saiyyidah Faatimah Batuul (Allaah be pleased with them)], Mahbuub-e-Auliyaa [Beloved of the Friends of Allaah], Khateeb-e-A'zam[Greatest Orator]

Hazrat Al Haaj Allaamah Qiblah Maulana Muhammad Shafee Okarvi (Allaah have mercy on him and may his grace continue) has announce this with special permission that,

"If a person has any true need then he should read two Rak'aat Nafl(Salaat/Namaaz-e-Haajat) and supplicate to Allaah Ta'aalaa that by the mediation of 313 As-haab-e-Badr [313 Participants of the holy-war of Badr] (Allaah be pleased with them) ful fill my lawful desire so from the side of 313 As-haab-e-BadrI will give 313 rupees for the

construction of Jaame Masjid Gulzar-e-Habeeb (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa Sallam) Gulistan-e-Okarvi (Soldier Bazaar), Karachi. In Shaa Allaah his desire will be fulfilled.

Al Hamdu Lil Laah! By the glad tidings of Hazrat Khateeb-e-A'zam Pakistan (Allaah have mercy on him) till now millions of people have been benefitted, their lawful desire does fulfill. And the Masjid is also gradually fulfilling the constructive stages and the rewards of Sadaqah-e-Jaariyah [Continuous Charity] is also being

received. You can also dispel your difficulties by this living munificence of Hazrat Maulana Okarvi (Allaah have mercy on him). Jaame Masjid Gulzar-e- Habeeb (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa Sallam) is unique amid the ancient and big Masaajid of the city of Karachi.

Please cooperate in its construction. May Almighty Allaah give you excellent rewards.

Gulzar-e-Habib Trust

DoliKhaata, Gulistan-e-Okarvi

(Soldier Bazaar), Karachi

Tel: (009 221) 3225-6532

Account # 010-2024-7, Branch Code #0699

United Bank imited

Kayani Shaheed Road Branch, Karachi

gulzarehabibtrust@gmail.com

Appeal

In 1973, Khateeb-e-A'zam Pakistan, Hazrat

Maulana Muhammad Shafee Okarvi (Allaah have

mercy on him) Established the Gulzar-e-Habib Trust and started the construction of Jaame Masjid Gulzar-e-Habib (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa Sallam) in Doli-Khaata Gulistan-e-Okarvi (Soldier Bazaar) Karachi, Pakistan on land dedicated for this purpose since 1903.

In 1980, under the management of Gulzar-e-Habib (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa Sallam) Trust, Jaami'ah Islaamiyah Gulzar-e-Habib (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa Sallam) was established.

Al hamdu Lil laah according to the plan the construction work is still in progress. For the completion of these holy institutes (Masjid and Madrassah), please help yourself and also your associates for assistance (friends and family). May Allaah Ta' aalaa give you abundance blessings.

The holy shrine of Khateeb-e-A'zam, Hazrat Maulana Muhammad Shafee Okarvi (Allaah have mercy on him) is also being constructed within the

boundaries of the Masjid Gulzar-e-Habib (Sallal Laahu 'Alaiehi Wa Sallam).

Gulzar-e-Habib Trust

Gulistan-e-Okarvi, (Soldier Bazaar), Karachi ,

Tel # (009 221) 3225 6532

Acc # Jaame Masjid Gulzar-e-Habib

010-2024-7, Branch Code # 0699

United Bank Limited (Kayani Shaheed Road Branch) Karachi

Acc # Jaami'ah Islaamiyah Gulzar-e-Habib

010-2619-5, Branch code # 0699

United Bank Limited (Kayani Shaheed Road

Branch) Karachi

Acc # Mazaar Shareef Maulana Okarvi

010-1344-9, Branch code # 0699

United Bank Limited (Kayani Shaheed Road

Branch) Karachi

The donations given to Gulzaar-e-Habib trust are exempted from Income tax.

(Allaah have mercy on him) was residing in Federal B Area Block 17. For receiving religious knowledge I would often visit his prosperous abode. When I became the disciple of Ghazaali-e-Dauraan Hazrat Allaamah Saiyyid Ahmad Sa'eed Kaazimee (Allaah have mercy on him) after giving me the honor of allegiance he also gave me an advice to make the company of Hazrat Muftee Waqaar-ud Deen Saahib your routine.

Therefore, the meetings with Mufti Saahib were also the graciousness of my kindhearted Guide. Once the resident of the town of Mufti Saahib organized a congregation of the speech of Maulana Okarvi Saahib. The stage was at a distance of few steps from the Mufti Saahib's house. During the congregation I went to the house of Mufti Saahib so I saw that Mufti Saahib was lying on his bed near his door and was listening to the speech of Maulana Okarvi Saahib with great attention. The next day I went to Mufti Saahib and desired his views regarding the speech

of Maulana Okarvi Saahib. He said, "It is required to increase the circle of the speech of Maulana Okarvi Saahib. His congregation should be held from place to place so that the people of Ahle Sunnat could be saved from the storm of irreligiousness." The people who are familiar with the intellectual status, insight and piety of Mufti Saahib will certainly agree with this point of mine, that Mufti Saahib's this expression regarding Hazrat Maulana Okarvi Saahib is by itself a certification.

In reality Hazrat Allaamah Maulana Shafee Okarvi was the endorsement of this verse of the Poet of East Allaamah Iqbaal…….

Hind Kay Butkhaanay Mayn Ka'bay Kaa Tuu Mi'maar Thaa

Kitnaa Baatil SozTayraa Shu'lah e Guftaar Thaa

(You are the builder of Ka'bah in the temple of India

How burning falsehood is your flame of discourse)

Today because of the test and trails the people of Ahle Sunnat are passing through the deprivation of Maulana Okarvi Saahib is deeply felt. He individually did that work of the propagation of religion the ability of which is not kept by big departments even while having facilities. The better change of Maulana Okarvi Saahib is not present amidst us anyhow his respected son Allaamah Kaukab Noorani Saahib has kept the honor of the connection received in the legacy. Even though in view of advance demands Kaukab Noorani Saahib has carved his way of discourse

himself. Even then in his speech the reflection of speaking the truth and courage does not only remain prominent but rather he does not let the worldwide renowned style of his respected father become extinct. Hence it can be said that the way of oration of Allaamah Kaukab Noorani is a blend of ancient and novel discourse. I am not familiar with the other members of the family of Hazrat Maulana Okarvi Saahib, anyhow I have had several meeting with his younger son Saahib Zaadah Haamid Rabbaani Saahib. From which I came to know about his kind manner and humble

way of talking. It has been generally seen that the children of the famous scholars and especially of the spiritual abodes are not the bearers of that morals and conduct which is the righteousness of their connections. They consider the endeavors of their elders as their personal excellence. Instead of feeling honored on their connection they do arrogance. "May Almighty keep the school of Okarvi happy and prosperous, Aameen."

عرس مبارک
وہ زندگی بھر چراغ روشن کرتے رہے۔
عشقِ رسول ﷺ ان کا شیوہ اور ذکرِ رسول ﷺ ان کا وظیفہ رہا۔
سمتوں میں ان کی صدائے حق کی گونج تھی۔ ملک ملک، قریہ قریہ، گلی گلی، دینِ مبین کا پرچم
اٹھائے ساری زندگی وہ اندھیرے دُور کرتے رہے، روشنی پھیلاتے رہے۔
وہ مسیحا نفس تھے، معجز بیان، جمال پیکر، کمال مظہر......
انہیں مسلکِ اہلِ سنت کے مجدد کا رتبہ ملا اور وہ خطیبِ اعظم پاکستان کہلائے۔
وہ اعلائے کلمۂ حق کا مبارک فریضہ انجام دیتے رہے، وہ زندگی بھر چراغ جلاتے رہے۔
مہرِ شریعت، بدرِ طریقت، محسنِ اہلِ سنت، حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری و نور اللہ مرقدہ
۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۴/اپریل ۱۹۸۴ء کو عازم عالم بقا ہوئے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)
ان کے نیازمند، منتظمین مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی)، ارکانِ گلزارِ حبیب (ﷺ) ٹرسٹ اور صاحب زادگان
حسبِ روایت ماہِ رجب کی تیسری جمعرات اور جمعہ کے شب و روز اپنے مربی و مرشد کے لئے وقف کر رہے ہیں۔
35 ویں سالانہ جشن عرس سراپا قدس کی روح پرور تقریبات میں آپ کی شرکت حضرت مولانا قبلہ علیہ الرحمہ
سے اظہارِ محبت و عقیدت کے علاوہ تجدیدِ عشقِ رسول بھی ہے اور تائیدِ مسلکِ اہلِ سنت بھی۔
عرض گزار: کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ
(چیئرمین) مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی)، گلزارِ حبیب ٹرسٹ
ترتیب:
جمعرات: 5 اپریل 2018ء (جامع مسجد گلزارِ حبیب، گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی)
عشاء کی نماز کے بعد چادر پوشی و گل پاشی اور علمائے کرام کے خطابات
جمعہ: 6 اپریل 2018ء نمازِ جمعہ سے پہلے وِردِ کلام ربانی، نمازِ جمعہ کے بعد ختم شریف، دعا اور ہدیۂ دُرود و سلام
رابطہ: 53۔بی، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی 74400
فون: 3452 1323, 3452 5343 مسجد گلزارِ حبیب 3225 6532 (009221)
حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
خطیبِ پاکستان علیہ الرحمۃ